UNIVERSAL LIBRARY

OU_224685

UNIVERSAL LIBRARY

بہارِ بلاغت

مشتملبر

تشریح و توضیح علم بیان ۔ صنائع و بدائع ۔ عروض و قوافی

(بزبان اُردو مع امثال پارسی)

منتخب از

حدائق البلاغت، نہر الفصاحت، چہار گلزار، عروض سیفی وغیرہم

مؤلفہ

خانصاحب محمد قلندر علیخاں ولی ایم اے (پنجاب) ایل ایل ایم (بمبئی)

وکیل ہائیکورٹ لاہور و پبلک پراسیکیوٹر حصار

جائنٹ ایڈیٹر شباب اُردو

۷۹۱۶۷

ق ب

حسب فرمائش

ڈاکٹر محمد یوسف بدر قریشی بی اے ایل ایم ایس (ہومیو) جھنگ

بار اول (قیمت فی جلد عہ) علاوہ محصولڈاک

٤٨٦

بہارِ بلاغت

مشتمل بر

تشریح و توضیح علم بیان - صنایع و بدایع - عروض و قوافی

(بزبان اردو مع امثال پارسی)

منتخب از

حدایق البلاغت - نہر الفصاحت - چہار گلزار - عروض سیفی وغیرہم

مؤلفہ

خانصاحب محمد قلندر علیخاں قلی ایم - اے (پنجاب) ایل ایل ایم (بمبئی)

وکیل ہائیکورٹ لاہور و پبلک پراسیکیوٹر حصار

جائنٹ ایڈیٹر شباب اردو

حسب فرمائش

ڈاکٹر محمد یوسف بدر قریشی - بی - اے - ایل ایم ایس جھنگ

سنہ ١٩٣٤ء

بار اول

قیمت فی جلد عہ (علاوہ محصول ڈاک)

انتساب

بنامِ نامی مکرمی معظمی، فخرِ قوم وفیضمآب آنریبل

خان بہادر میاں فضل حسینؒ صاحب ایم اے بیرسٹر ایٹ لا

وزیر تعلیم گورنمنٹ پنجاب

ـــــہ

باشد مبارکت کہ بہ باغِ نبیؐ، ولی

فصلِ بہارِ عام بہ فضلِ حسینؒ شد

دیباچہ

نے ہے سحر کہ نسیم بہارے آید — مگر نشان ور وڈنگارے اید
بے بباغ وبصحرا گہ درنوردی آئی — ہرآنچہ بودہ نہاں آشکار می آید

باغ "بلاغت" کی صحرا نوردی نے بھی عجیب لطف دکھایا۔ کہنے کو تو باغ تھے "حدایق" بھی انہیں کا نام تھا۔ اس میں چمن بھی تھے۔ خیاباں بھی۔ شجر و ثمر بھی مگر خدا کی پناہ قدم قدم پر مشکلات سے عمارات دشوار گذار ہر شاخ و گل کے ساتھ خار ہمکنار۔ نوک مژگان کے زخم تو باندھا کرتے تھے۔ ان کانٹوں کی چبھن کچھ اور ہی تھی۔

آخر توکل برخدا۔ دامن ہمت سے کمر باندھی۔ عصائے استقلال ہاتھ میں لیا۔ کچھ باغبان کے احسان اٹھائے کچھ باد صبا کے مرہون منت ہوئے۔ نرگس سے چشم بیدار مانگی۔ جھاڑ پھونک کر پاؤں دھرا۔ اور راستہ کا متلاشی ہوا۔ پیچ در پیچ روشوں کا یہ عالم تھا کہ زلف یار بھی مات۔ کوئے جاناں کی ٹھوکریں تو

سنا کرتے تھے۔ مگر بیاباں بھی کچھ کم نہ تھیں۔ جیجر جوئندہ یابندہ۔ افتاں وخیزاں
آخر منزل مقصود پر پہنچے تو سیر گلشن کا حظ اٹھایا۔

بادِ صبا للہاتی ہوئی آئی۔ نسیم کے جھونکوں نے دل حزین کو تسکین دی
فضائے خوش گوار نے دل و دماغ کو معطر کیا۔ ادھر سے ابر چھایا۔ بارانِ رحمت
برسا۔ فصل گل نے نقاب اٹھایا۔ گل کھلے۔ شاخیں جھکیں۔ غرضکہ عجیب نظارہ
جانفشا مشاہدہ سے گذرا۔ آخر نسیم فرحت شمیم روح افزا کی لپیٹوں میں بسے ہوئے
خیالات کو فراہم کر کے ایک انتخاب تیار کیا۔ اور بہار بلاغت اسی کا نام ہے۔
بنیاد و ترتیب کلیتہً "حدائق البلاغت" پر مبنی رہی۔ الا دیگر ذرائع مثلاً چہار گلزار
بحر الفصاحت۔ عروض سیفی وغیرہم سے بھی بمصداق خذ ما صفا ودع ما کدر
حسب ضرورت امداد لی ہے۔ اس سلسلے کی بھی عجیب کیفیت تھی۔ کئی بار دماغ چکرایا۔ طبیعت
اکتائی۔ بعض مقامات نہایت مشکل اور حیطۂ ادراک سے باہر جاتے ہوئے
نظر آئے۔ مگر ان کو بھی کم از کم چھونے کی کوشش تو ضرور کی۔ دماغ سوزی اور
ذہن خراشی سے کچھ بچا نہ رکھا۔ کہیں سے پھول لیئے۔ کہیں سے ڈالی
بڑے بڑے اشجار کو جھکایا۔ بعض ثمر ہاتھ آئے۔ بعض نہ بھی آئے۔ پھولوں
میں کانٹے بھی تھے۔ بعض لمبی لمبی ٹہنیاں بھی تھیں۔ اور کہیں کہیں برگ

سے رنگ بھی تاہم رب العزت کے فضل وکرم سے سب کو کاٹ تراش کر ایک محنت کش باغبان کی طرح بہترین اجزا سے ایک مجموعہ یا گلدستہ بنا ہی لیا۔ اور یہی بلاغت کے باغوں کی بہار کا نشان ہے ع

ہے ولیؔ کا برگ اخضر گر ہو منظور نظر

مرتب شد۔ بمقام جھنگ ۲۳ دسمبر سنہ ۱۹۲۲ء

شایع گشت در حصار دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء

ولیؔ

بہارِ اول - صبائے بیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔۔ خلق الانسان علمہ البیان

اما بعد - اہل بلاغت کے نزدیک علم بیان سے مراد ایسے چند اصول و قواعد ہیں جن کے ذہن نشین کر لینے سے ایک معنی کو کئی طریقوں سے با دلیل ادا کر سکتے ہیں۔ تاکہ وہ معنی صاف طور پر نظر آویں۔ یا مقصود واضح تر ہو سکے۔

بیان "عبارت است از ذکر لفظے کہ دلالت کند بر معنی" اور دلالت کرنا کسی چیز کا یہ ہے۔ کہ اس کے جاننے سے کسی دوسری چیز کا جاننا لازم ہو جائے۔ مثلاً "دود دلالت کند بر آتش - اس میں دود دال ہے۔ آتش مدلول مگر یہ دلالت غیر لفظی ہے۔ کیونکہ یہ ایک چیز کی ماہیت پر مبنی ہے۔ لفظ" دود کے معنی دہی دھواں ہیں اور آتش وہی ایک جدا چیز ہے جس سے ہم آشنا ہیں۔ اس جگہ ہمیں بحث دلالت لفظیہ سے ہے یعنی لفظ بذاتہ کون سے معنوں پر روشنی ڈال سکتا ہے۔ اس دلالت لفظیہ کی تین قسمیں ہیں

(۱) دلالت وضعی یا مطابقی جب کہ واضع نے اس لفظ کو اپنے

تمام معنی پر دلالت کرنے کے واسطے وضع کیا ہو۔ اور لفظ اور معنی مطابق ہوں مثلاً انسان دال ہے حیوان ناطق پر کہ قدرت نے اسے اسی طرح وضع کیا ہے۔

(۲) **تضمینی**۔ وہ ہے کہ کوئی لفظ ذکر کر وہ موضوع لہ کے جزو معنی پر دلالت کرے۔ مثلاً انسان حیوان ناطق ہے تو جزواً وہ حیوان بھی ہے یعنی لفظ حیوان انسان کے اوصاف کے ایک ضمن پر دال ہے۔

(۳) **دلالت التزامی۔ یا من جہت لزوم یا عقلیہ**

اس طرح ہے کہ لفظ مذکور نہ تو واضع نے اس معنی کے واسطے بنایا۔ (وضعی) نہ ہی وہ معنی اس لفظ کے تمام معنی کا جزو ہے۔ (تضمینی) بلکہ یہ معنی خارج سے اسے لازم ہو گئے ہیں۔ مثلاً انسان کو کہیں کہ وہ خوش مزاج یا خواندہ آدمی ہے کہ یہ اوصاف بیرونی ہیں جو لازم کر دیئے گئے ہیں۔ وضع انسان میں داخل نہیں۔ نہ اس کی فطرت کا جزو ہیں۔ پس اسے دلالت التزامی کہتے ہیں۔ اور یہ دو طرح واقع ہوتی ہے۔

(الف) بہ واسطۂ **قریب** جب کہ لفظ کو معنی سے قرب حاصل ہو مثلاً کثیر الرّماد یعنی مہمان نواز یا مہمان دوست۔ رماد کے معنی خاکستر ہیں

اور یہ مطبخ سے تعلق رکھتی ہے۔ مہمان نوازی کے لئے کثرت ہیزم سوختن لازم ہے۔ اور کثرت خاکستر اس کا نتیجہ ہے۔ گویا لفظ کو معنی سے قریبی رشتہ ہے

(ب) بعید واسطہ بعید جب کہ لفظ اور معنی کے درمیان دور کا تعلق ہو۔ مثلاً طویل النجاد بمعنی طویل القامت، نجاد کے معنی بند شمشیر ہے جسے تلوار کا پرتلہ کہتے ہیں۔ پرتلہ چونکہ لمبا ہوتا ہے اس لئے طویل النجاد کا اطلاق دراز قد پر از روئے لزوم بعید ہے۔ قریبی تعلق نہیں۔

دلالت التزامی کو دلالت عقلیہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں عقل کو بھی دخل ہے۔

فائدہ ۔ جاننا چاہیے کہ علم بیان کا مقصد اظہار معانی کو وسعت دینا ہے۔ اگر شیر کو دوسرے لفظوں میں اسد یا غضنفر سے نامزد کیا جائے تو وہی شیر کا شیر رہا۔ الفاظ نے کوئی مزید دلالت نہ کی البتہ شیر کو بہادری سے نسبت دی جائے۔ اور انسان کو شیر کی مانند بہادر کہا جائے تو زیب بیان ہوا۔ اور پھر اگر جناب امیر علیہ السلام کو شیرِ خدا یا اسد اللہ کہا تو لفظ شیر کی اور بھی قدر و منزلت بڑھی۔ اسی طرح اگر کسی معشوق کی تعریف میں

یہ کہا جائے کہ دندان تو در دہان اند۔ وچشمان تو زیر ابرو آن اند۔ تو کیا لطف ہوئی۔ اور علم بیان کو کیا وقعت۔ الا اگر دندان کو سلک مروارید یا گوہر رخشاں کہا جائے دہان کو شیریں دہان۔ یا لب لعل۔ چشم کو نرگس یا آہو چشم۔ ابرو کو کمان کشیدہ یا تیغ براں تو البتہ لوازمات معانی کی قدر ہوئی۔ اور بلاغت کی منزلت بڑھی۔ کہنے والے کو لطف آیا سننے والا محظوظ ہوا۔ اور سمند نازپہ ایک اور تازیانہ لگا۔ پس مرجع علم بیان۔ "اعتبار نمودن ملازمات درمعانی است" یعنی معانی کے لوازمات کا لحاظ رکھنا مقصود ہے۔ اور مدار علم بیان چار اصول پہ ہے (۱) تشبیہ (۲) استعارہ۔ (۳) مجاز (۴) کنایہ ان کا ذکر ذیل میں درج ہے۔

قسم اول تشبیہ

معنی تشبیہ۔ تشبیہ کے لغوی معنی مانند کردن ہیں۔ یعنی دو چیزوں کو ایک جیسا بنانا اور مراد یہ ہے کہ دو چیزوں کے درمیان ایک شئی مشترک ہو خواہ حقیقت میں خواہ صفت میں۔ اور تشبیہ سے افادہ غرض مقصود ہوتا ہے۔ مثلاً ایک پارچہ سرخ کے دو حصہ کر کے کہیں۔ ایں سرخ مثال آں سرخ است۔ تو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور تشبیہ غلط ہوئی۔ اسی طرح اگر یہ کہیں کہ ایں

خانۂ کوچک مثل آں خانہ کوچک است - یا فیل زید مثل فیل عمرو راہ میرود تو تشبیہ ناقص ہوئی - کیونکہ ایک چیز کو دوسری چیز سے امتیاز نہیں - ہاں اگر کہا جائے کہ زید مثل یوسف است تو زید کے حسن کی توصیف ہوئی - ہمیں طور اگر نہر بستاں کو کوثر سے یا میوۂ باغ کو فواکہ طوبیٰ سے تشبیہ دی جائے تو تشبیہ درست ہے -

پس اعتبارات اور لوازمات کو ان امور میں بہت دخل ہے ولولا الاعتبارات لبطلت الحکمۃ چنانچہ قاعدہ جو ان مثالوں سے اخذ ہوا وہ بالفاظ نہر الفصاحت یہ ہے "تشبیہ چیزے بچیزے کہ از جنس مشبہ بود معیوب و باطل باشد" مثال - ع

یاسمن چوں گل در ایں بستاں شگفت

ارکان **تشبیہ** - حسب ذیل ہیں - مثال - زید ہمچو یوسف است -

(۱) (الف) مشبہ جسکو تشبیہ دی جائے - یعنی زید -

(ب) مشبہ بہ جس سے تشبیہ دی جائے - یعنی یوسف -

(۲) وجہ شبہ - کون سی صفت مشترک کی گئی ہے - یعنی حسن

(۳) غرض تشبیہ - مقصود تشبیہ سے کیا ہے - یعنی تبلیغ جمال -

(۴) حرف تشبیہ کو فنا استعمال ہوا یعنی جیسو

مثال دیگر۔ چہرۂ یار چوں قمر روشن است۔ چہرۂ یار مشبہ۔ قمر مشبہ بہ۔ روشن وجہ شبہ۔ غرض تشبیہ تعریف حسن۔ اور حرف چوں آداب تشبیہ سے ہے۔

فائدہ۔ جاننا چاہئے۔ کہ مشبہ بہ مشبہ سے مشہور تر وقوی تر ہونا چاہئے۔ نہ کہ ضعیف تر و مخفی تر۔ مثلاً اگر کسی کے چہرہ کو قمر سے تشبیہ دی جائے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ قمر کی روشنی مسلمہ ہے لیکن اگر کہیں۔ رخ ایں پری چہرہ گویا آئینہ زید است۔ تو تشبیہ درست نہ ہوئی۔ کیونکہ آئینہ زید چہرہ پری رو یار سے قوی تر نہیں ہو سکتا۔ اگر ہر دو مساوی ہوں تو اسے تشابہ کہیں گے۔

مثال تشابہ ؎

یا شراب ست ایں کہ میریزیم از جام چشم
یا سرشک است ایں کہ دارم در قدح

(۲) نیز معلوم رہے کہ بعض اوقات وجہ شبہ بیان نہیں کی جاتی مثلاً۔ رویش چوں ماہ است۔ کہ لفظ روشن یا رخشان محذوف ہو گیا۔ مثال از محتشم

؎ حسن روز افزوں نگر از آں شہ عالی جناب
دی ہلالی بود امشب ماہ و فردا آفتاب

اگر وجہ شبہ بیان کی جاوے تو اس کو تشبیہ مفصل کہتے ہیں۔
مثال سے

گر سرو چو قدِ تست رفتارش کو؟
ور غنچہ چوں لعلِ تست گفتارش کو؟

الا اگر وجہ شبہ بیان نہ ہو تو اسے تشبیہ مجمل کہتے ہیں۔ مثال سے

من ماہ ندیدہ ام کلہ دار
من سرو ندیدہ ام قبا پوش

مفصل ذکر ان اقسام کا بعد میں آئے گا۔

(۳) بعض اوقات حرف تشبیہ بھی گرا دیا جاتا ہے۔ مثلاً رویش ماہ است اسکو تشبیہ موکّل کہتے ہیں اور اگر حرف تشبیہ بیان ہو۔ تو نام موکد کرتے ہیں

فصلِ اوّل۔ ارکانِ تشبیہ

ا۔ مشبہ و مشبہ بہ

تشبیہ کے دو طرف مشبہ و مشبہ بہ ہیں۔ وجہ شبہ ان کے درمیان یا حسی ہوگی یا عقلی۔

(۱) مدرک بہ حواسِ خمسہ - امثلۂ ذیل ملاحظہ ہوں:

از مبصرات و مسموعات - (حکیم مختاری) ؎

آثارِ آفتاب شدہ جرعۂ قدح   منقارِ عندلیب شدہ زخمۂ رباب

(اگر منقار کو مشبہ اور زخمہ کو مشبہ بہ قرار دیں تو از قسم مبصرات۔ اور اگر آوازِ منقار کو مشبہ اور آوازِ زخمہ کو مشبہ بہ اعتبار کریں۔ تو مثال از قبیل مسموعات ہوگی۔)

از مذوقات یعنی قوتِ ذائقہ ؎

شہا بے داشت ساقی دوش در جام   کہ برد سے لذتِ تسنیم زو کام

از ملموسات (مس)، و مشمومات (شامّہ) (ولی) ؎

از قدومِ تو شود ایں بزم گر فرشِ سمن

از شمیمِ فیض تو مشکِ ختن خواہد شدن

فائدہ - تشبیہ مدرک بہ خیال - چونکہ مدرکاتِ خیال بھی محسوسات سے باہر نہیں اس لئے تشبیہ خیالی بھی تشبیہ حسی کے قبیل میں شامل سمجھنی چاہئے۔ مثال از انوری ؎

ساغرش مجر بادۂ رنگیں چناں آید بچشم   کز میانِ آبِ روشن بر فروزی آذرے

"آتش بیار آن سا فروختن" محض خیال ہے۔ اور خارجی وجود اس کا کچھ نہیں۔

(۲) مدرک بہ عقل۔ اگر وجہ شبہ عقل سے تعلق رکھتی ہو نہ کہ حس سے، تو اس کو عقلی کہتے ہیں۔ مثلاً تشبیہ علم بہ حیات۔ و جہل بموت۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ علم سے بقائے نام حاصل ہوتا ہے۔ اور جہل سے عدم۔ مثال از سنائی

مُردگی جہل و زندگی دین است

ہرچہ گفتند مغز آن این است

(اس جگہ مردگی مشبہ بہ ہے اور جہل مشبہ ہے اسی طرح زندگی مشبہ اور دین مشبہ بہ کیونکہ یہ ہر دو مدرک بہ عقل ہیں۔ نہ بہ حس)

مثال نثر۔ استاد من چوں خضر علیہ السلام است۔ یہاں وجہ شبہ ہدایت و رہبری ہے۔ جو کہ امر عقلی ہے۔

فائدہ (الف) مدرک بہ وجدان۔ یہ بھی از قسم عقلی ہے۔ مثال

اَلَمِ عشق لذتِ دگر است   رنجِ عشاق راحتِ دگر است

(ب) مدرک بہ وہم۔ خیال اور وہم ہر دو محسوسات کی قسم سے ہیں خیال حس مشترک سے اخذ کیا جاتا ہے۔ اور وہم خیال کی وہ قسم ہے جو نا دیدہ

چیزوں کو ظاہری صورت پہنا سکتی ہے۔ خیال تو مدرکاتِ حسی سے تجاوز نہیں کرتا۔ مگر وہم اشیائے غیبت پر حکمران ہے مثال از ولی ؎

گفتم بدرزم کیستی؟ گفتا بمنم آوازِ حق گفتم کہ آں عرش برین؟ گفتا کہ دربارمن است

(۳) مدرک بہر دو حس و عقل (الف) مخفی مباد کہ بعض اوقات ممکن ہے کہ ایک ہی تشبیہ میں مشبہ حسی و مشبہ بہ عقلی ہو۔ مثال از ابوالفرج ؎

روئے چوں حاصلِ نکوکاراں
زلف چوں نامۂ گنہگاراں

(اس شعر میں روئے و زلف مشبہ حسی۔ اور حاصل نکوکاراں و نامۂ گنہ گاراں مشبہ بہ عقلی ہیں۔

(ب) یہ بھی ممکن ہے کہ مشبہ عقلی و مشبہ بہ حسی ہو۔ مثال از خاقانی

عمر پئے ست رخنہ سر حادثہ سیل پل شکن
کوش کنارسیدہ سیل از پل رخنہ بگذری

(ج) پس ظاہر ہے۔ کہ تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ چہار گونہ واقع ہو سکتے ہیں (۱) ہر دو حسی۔ (۲) ہر دو عقلی (۳) مشبہ حسی، مشبہ بہ عقلی۔ (۴) مشبہ عقلی مشبہ بہ حسی

۲- وجہ شبہ

وجہ شبہ۔ وہ معنی ہیں کہ جس میں مشبہ و مشبہ بہ دونو شریک ہوں۔ مثلاً گل اور رخسار میں سرخی رنگ کی۔ زید اور شیر میں شجاعت۔ مگر ضروری نہیں کہ ہمہ وجوہ یکساں ہوں۔ صرف ایک ایک صفت کو وجہ شبہ بنایا گیا ہے۔ پس وجہ شبہ وہ خصوصیت ہے جس کا ہر دو میں مشترکہ کرنا مقصود ہو۔ اور اس کا پتہ نفسِ مضمون سے چل سکتا ہے۔

دیگر مشبہ و مشبہ بہ یا تو حقیقت میں ہم جنس و شریک ہونگے اور صفت میں جدا مثلاً دو جسم کہ ایک سیاہ اور دوسرا سفید ہو۔ یا اس کے برعکس مثلاً دو طویل چیزیں کہ ایک خطِ کشیدہ ہو اور دوسرا قدِ جسم۔ اور صفت جس میں دونوں کو اشتراک ہو یا افتراق (فرق) مفصلہ ذیل انواع سے کسی کے تحت میں آیگی۔

(۱) صفت عقلی۔ (الف) مستند بہ حس۔ مثلاً کیفیات جسمانی از قسم الوان۔ حرکات و خاصیت ہائے جسم۔

(ب) مستند بہ عقل مثلاً کیفیات نفسانی از قسم ذکا شجاعت و مدرکات عقل

(۲) **صفتِ اضافی**۔ (الف) وہ ہے جو ذات میں متمکن و متقرر نہ ہو بلکہ دو چیزوں کے متعلق ہو۔ مثلاً حجت یا دلیل کو آفتاب سے تشبیہ دی جائے۔ اس وجہ سے کہ دونوں میں صفت ازالۂ حجاب ہے۔ یعنی دلیل کاشفِ مضمون ہے۔ اور آفتاب، پردہ درِ ظلمت۔ (ب) یہ کہ کوئی چیز اس امر کے ساتھ متصف ہو۔ کہ اس کا وجود مطلوب ہے۔ یا عدم مطلوب ہے

(۳) یا **صفت اعتباری**۔ کہ اس کا مفہوم واقع میں متحقق نہ ہو۔ اور محض عقل نے اس کو اعتبار کر لیا ہو دوسرے لفظوں میں جس کا موجب تصور و وہم ہو جیسے غول بیابانی کے لئے درندہ کی شکل اور دندان کا اختراع کرنا۔

(۴) **مرجع صفت**۔ کبھی ایک چیز ہوتی ہے کبھی کئی چیزیں، اسی طرح حقیقت بعضے مفرد ہوتی ہے اور بعضے اجزائے مختلفہ سے مرکب۔

پس ان امور کو مد نظر رکھتے ہوئے انواع وجہ شبہ حسب ذیل ہیں۔

انواع وجہ شبہ۔

(۱) واحد یا متعدد۔ اور متعدد یا واحد کے تابع ہے کیونکہ ایک حقیقت چند چیزوں سے مرکب ہے، یا واحد کے حکم سے باہر۔ مثلاً ترکیب حیوانا

اور ناطق کہ دال ہیں انسان پر۔

(الف) وجہ شبہ واحد۔ یا حسی ہے یا عقلی

(۱) **واحد حسی**۔ اس میں لازم ہے کہ مشبہ و مشبہ بہ بھی حسی ہوں۔ اس واسطے کہ وجہ شبہ ہر دو مشبہ و مشبہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اگر عقل سے کوئی چیز اخذ کی جاوے تو وہ بھی عقلی ہوگی۔ اور حسی کا غیر حسی چیز پہ ادراک نہیں ہوتا اور عقلی کا ماخوذ غیر عقلی نہیں ہو سکتا۔

مثلاً۔ گل و رخسار کے تشبیہ میں سرخی۔ زلف اور عنبر میں خوشبو شراب اور کوثر میں حلاوت بدن اور حریر میں نرمئی جلد۔

(۲) **واحد عقلی**۔ اس میں یہ لازم نہیں کہ مشبہ و مشبہ بہ بھی عقلی ہوں۔ کیونکہ عقل سے محسوسات کا ادراک ہو سکتا ہے۔ مگر حس معقولات کے ادراک سے عاجز ہے۔ اسی لئے علمائے بلاغت کہتے ہیں التشبیہ بالوجہ العقلی اعم من التشبیہ بالوجہ الحسی یعنی تشبیہ وجہ عقلی کیساتھ زیادہ عام ہے۔ بہ نسبت تشبیہ مع وجہ حسی کے۔

مثلاً۔ شجاع اور شیر کی تشبیہ میں جرات۔ علم اور حیات میں زندگی علم اور نور میں ہدایت عطر اور خلق میں طبیعت کا خوش ہونا۔

(ب) **وجہ شبہ متعدد یا کثرت وجہ شبہ** جو کہ واحد کے حکم میں ہو۔
اس کو وجہ شبہ مرکب بھی کہتے ہیں۔ یعنی جب کہ کئی چیزیں اکٹھی ہو کر صورت واحد
اختیار کریں۔ یہ بھی یا حسی ہو گی یا عقلی۔

(۱) **مرکب حسی** (الف) یہ کہ مشبہ و مشبہ بہ دونو مفرد ہوں۔ اور وجہ شبہ
مرکب حسی ہو۔

مثلاً۔ اخگر و چشم خروس کی تشبیہ میں گولائی۔ سرخی اور مقدار مخصوص۔
شبنم اور موتی کے تشبیہ میں مدور ہونا۔ سفیدی۔ چمکنا اور مقدار خاص سب
ہئیات مجموعی وجہ شبہ ہیں۔ مثال از ابو الفرج ؎

بارہ در زیر ران چو ہیکل چرخ　　　چتر بر فوق سر چو خرمن ماہ

اسپ و آسمان میں وجہ شبہ عظمت جسامت اور سرعت سیر ہے اور
چتر و ہالۂ ماہ میں تدویر و درخشندگی۔

(ب) جب کہ مشبہ۔ مشبہ بہ و وجہ شبہ ہر سہ مرکب حسی ہوں۔ مثلاً گویند
کہ آثار غبار گرد بالائے سرہا و شمشیر ہائے کہ در آں غبار مے درخشند۔ مانند
شب اند کہ شہاب پے در پے در آں ساقط مے شوند۔ غبار اور گرد کے درمیان
تلوار کا چمکنا مشبہ ہے اور شب تاریک اور ہمیں شہاب کا دمبدم ساقط ہونا۔

مشبہ بہ اور وجہ شبہ ایک سیاہ شئی کے اطراف میں روشن اور درازاشیا
کا حرکت کرنا ہے۔ مثال از شیخ نظامی در غسل کردن شیریں ؎

جو بر فرق آبے انداخت از دست
فلک بر ماہ مروارید مے بست

مثال از انوری ؎

در آبِ دیدہ ہمے گشت زلفِ مشکینش
چو شاخِ سنبلِ سیراب درمئے احمر

(ج) جب کہ مشبہ مفرد حسی اور مشبہ بہ و وجہ شبہ مرکب حسی ہوں مثلاً
قولہ الشمس کالمرآۃ فی کف الاشل یعنی آفتاب ایسے آئینہ کی طرح
ہے جو رعشہ دار ہاتھ میں ہو۔ اس میں شمس (مفرد حسی) مشبہ ہے اور آئینہ رعشہ
دار کے ہاتھ میں (ہر دو مرکب حسی) مشبہ بہ ہے۔ اور وجہ شبہ حرکت کرنا ایک
چمکدار چیز کا۔ یہ بھی مرکب حسی ہے۔ مثال از عبدالواسع ؎

زلفینِ تو قیر سیت برانگیختہ از عاج
رخسارِ تو شیر سیت برآمیختہ با گُل

قیر بمعنی روغن سیاہ۔ زلف کی تشبیہ روغن سیاہ سے جو ہاتھی دانت سے

سے سینچا ہو۔ وجہ شبہ قربِ سیاہئ زلف بر سرِ رخ سفید ہمیں طور خسار
کی تشبیہ دودھ سے جو شراب سے ملا ہو۔ وجہ شبہ امتزاج سرخی و سفیدی
(د) یہ کہ مشبہ بہ مفرد۔ و وجہ شبہ و مشبہ ہر دو مرکب ہوں۔ مثال ؎

آفتابِ صبح در گلشن بہ ہنگامِ بہار
مینماید بر سمن زارے چو فرشِ ماہتاب

فرشِ ماہتاب مشبہ بہ مفرد ہے۔ باقی جملہ مشبہ مرکب ہے۔ اور وجہ شبہ
ایسی ہیئت جو کہ اجتماع رطوبت۔ برودت۔ روشنی وغیرہ سے حاصل ہونا
مرکب ہے۔

(۲) **مرکبِ عقلی**۔ مثال از انوری ؎

درجہانی و از جہاں بیشی ہمچو معنی کہ در میاں باشد

مثال از خاقانی ؎

سخی آوردہ در تنِ زندان و پس قفلِ زر افگندہ بر درِ زندانِ او

(وجہ شبہ اس جگہ کسی اچھی چیز کو ذلیل و خوار رکھنا۔ اور بری چیز کو
عزیز رکھنا ہے)

فائدہ۔ (الف) حدایق البلاغت کے اردو حاشیہ میں مثالیں اصطلا

درج ہیں۔ جیسے کسی نفع والی چیز کا باوجود تکالیف کے فائدہ مند ہونا۔
یا عالم بے عمل کو گدھے سے مثال دینا۔ جس پر کتابیں لدی ہوں۔
(ب) جب وجہ شبہ ایسی ہیئت ہو جو چند چیزوں سے مرکب ہو۔
خواہ اس کے اجزاء حسی ہوں۔ یا عقلی۔ ان سب اجزاء کو کام میں لائیں۔ اور
کوئی جز ترک نہ کریں۔ ورنہ غلطی واقع ہوگی۔

(ج) **وجہ شبہ غیر واحد**۔ وہ ہے کہ چند چیزوں کو وجہ شبہ بنائیں
اور ان میں سے ہر ایک بنفسہ مستقل ہو۔ بخلاف مرکب کے۔ کہ اس میں تمام
مجموعہ میں سے ایک ہئیت مقصود ہوتی ہے۔ (اسکو متعدد بھی کہتے ہیں مگر
چونکہ متعدد کا ذکر اوپر آچکا ہے اس لئے اس جگہ غیر واحد کا ہی استعمال
بہتر ہے۔) غیر واحد کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) یہ کہ وہ سب چیزیں حسی ہوں۔ جیسے کہ رخسار اور گل کی تشبیہ میں
سرخی رنگ کی اور ملائمت۔ زلف اور سنبل کی تشبیہ میں شاخ کی درازی
باریکی اور پیچیدگی۔ مثال خاقانی ؎

اینَ اینَ الکؤس والاقداح
اینَ اینَ الشموس والاقمار

دکوس جمع کاسہ کی۔ اَقداح جمع قدح کی۔ شموس جمع شمس کی۔ اقمار جمع قمر کی۔ یعنی جام اور صراحی کی تشبیہ آفتاب و ماہ سے۔ وجہ شبہ تدویر درخشندگی و گردش)

(۲) یہ کہ سب چیزیں عقلی ہوں۔ مثلاً تشبیہ بعضے از مرغاں بہ زاغ در تیزیٔ نظر و کمال حذر وغیرہ"

(۳) یہ کہ بعض ان چیزوں میں سے حسّی ہوں اور بعض عقلی۔

مثال از نظامی ؎

گہے خوردنِ مَی چوں خونِ بدخواہ　　گہے تکیہ زدن بر مسندِ شاہ

(شراب کی تشبیہ خون بدخواہ کے ساتھ بوجہ سرخی و رغبت۔ اول حسی دوم عقلی)

فائدہ: بعض اوقات وجہ شبہ بطریق خوش طبعی۔ ظرافت یا استہزا استعمال کی جاتی ہے۔ جیسا کہ بزدل آدمی کو کہیں کہ شیر ہے۔ یا بخیل کو حاتم بنادیں۔ حالانکہ اوصاف متضاد ہوں۔ مثال ؎

دریں موسم کہ باغ از فرطِ نزہت　　بود خوانے پُر از الوانِ نعمت
کلید در بدستِ باغبان است　　عجائب حاتمے سالار خوان است

۳۔ غرض تشبیہ

تشبیہ کی غرض اکثر مشبہ کی طرف راجع ہوتی ہے۔ یعنی اکثر تشبیہ سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مشبہ کا حسن یا قبح یا کوئی اور امر اس کے متعلق بیان کیا جاوے مگر بعض اتفاقات غرض تشبیہ مشبہ بہ کی طرف بھی راجع ہوتی ہے اور ان کی کئی ایک اقسام ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

نوع اوّل راجع بہ مشبہ اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(۱) امکانِ وجودِ مشبہ یعنی غرض تشبیہ سے بیان اس امر کا کرنا ہو کہ مشبہ کا وجود ممکن ہے۔ در آنحالیکہ اس کے نہ ہونے کا بھی دعویٰ کر سکتے ہوں۔

مثال سے

گر از خلق آمد و بر خلق شاہ است عجب مشمر گل از جنس گیاہ است

(یعنی اگر کوئی شخص خود خلقت میں سے ہے تو خلقت پر اسکا بادشاہ ہونا امر ممتنع ہے۔ کیونکہ خود بھی اس میں شامل ہے۔ لیکن جب گل سے اسے تشبیہ دی جو کہ جنسِ گیاہ سے بھی ہے۔ اور ایک قسم کی بادشاہی بھی کرتا ہے تو موصوف کا خلق پر شاہ ہونا ثابت ہو گیا۔)

(۲) بیانِ حال۔ جب کہ مشبہ کا حال بیان کرنا مقصود ہو

جیسے کہ ایک چیز کو بلحاظ سیاہی یا سفیدی دوسری چیز سے تشبیہ دی جائے مگر شرط یہ ہے کہ مشبہ بہ کا حال ظاہر اور مشہور ہونا چاہیئے۔ تاکہ حال مشبہ کا واضح تر ہو سکے مثال از ابوالفرج ؎

دل از وداعِ رفیقاں چو دیگ بر آتش
تن از غریو عزیزاں چو مرغ در مضراب

(غرض تشبیہ اس جگہ وداع کے وقت دل اور تن کا حال بیان کرنے سے ہے، یعنی کسی قدر بے قراری اور اضطراب ونما ہوا۔

(۳) **مقدارِ حال** ۔ یہ کہ مشبہ کے حال کی مقدار کا بیان کرنا مقصود ہو۔ زیادتی و کمی، قوت اور ضعف کے لحاظ سے۔ مثلاً کالے کپڑے کو زاغ کے پَر سے۔ یا سفید کو برف سے۔ یا درازیٔ زلف کو حضرت خضر سے تشبیہ دیں۔ مثال انوری ؎

حدیث شرنی و بیانش چگویم
کہ دیدست کو سے معلّق بکاہے

یعنی پنچلے دھڑ کا کمر سے مقابلہ کیا جائے۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ گھاس کے تنکے سے لٹکا ہوا ہے۔ غرض تشبیہ سے شدت فربہی سرین

ولاغری میان ہے۔

(۴) **حال و شان مشبہ**۔ جبکہ غرض تشبیہ سے یہ ہو۔ کہ مشبہ کے حال اور شان کو سننے والے کے ذہن نشین کیا جائے۔ مثلاً بے سود کوشش کو پانی پر لکیر سے تشبیہ دینا۔ اور اس کی ناپائیداری ثابت کرنا۔ یا پختہ اقرار کو کالنقش فی الحجر سے ظاہر کرنا۔ وجہ یہ ہے کہ طبیعت انسانی بہ نسبت عقلی کے حسی امور کی طرف زیادہ اور جلد مائل ہوتی ہے۔ مثال سنائی ؎

صورتِ ابلہان چو دیگ تہی ست
از درون خالی و برون سیاہ است

اس قسم میں تشبیہ عموماً تمثیل کے طریق پر آتی ہے۔

(۵) **زینت مشبہ**۔ یہ کہ تشبیہ کی غرض مشبہ کو سامع کی نظر میں زینت دینا ہو۔ مثلاً دندان کی تشبیہ مروارید سے اور لب کی یاقوت سے۔ یا کسی سیہ رُود کی تشبیہ چشم آہو سے۔ مثال از انوری ؎

ببیں وقت سخن گفتن لبِ شیریں و دندانش
کہ گوئی درِّ عمان ست در لعلِ بدخشانش

(۶) **مذمت مشبہ**۔ اگر مشبہ کی برائی یا درشتی کی جائے تو وہ اس

نوع میں شامل ہے۔ مثلاً یہ کہنا کہ فلانے کی شکل دیو کی صورت ہے۔ یا دانت اسکے چڑیل کے سے ہیں۔

نوٹ امثلہ مندرجہ حدایق البلاغت اس لائق نہیں کہ انکا اعادہ بیان کیا جائے۔ اصول نہایت سہل ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی خراب تشبیہ سے مشبہ کی ہجو یا برائی مقصود ہو)

(۷) **استطراف** ۔ یا تازگی تشبیہ یعنی مشبہ کا نادر اور طرفہ ہونا ثابت ہو۔ اور مشبہ کی تشبیہ سے ایسی صورت بنائی جاوے جو ازروئے عادت ممتنع الحضور ہو۔ چنانچہ انبیا علیہم السلام و اولیائے کرام کے معجزات اکثر اس قبیل سے ہیں۔ ایسی تشبیہ عموماً وہمی اور خیالی ہوتی ہے۔ مثال ابوالفرح

گل از پیروزہ گوئی شکل دستے ست
گرفتہ جام لعل اندر انامل

استطراف دو قسم کا ہوتا ہے۔ اول تو یہ کہ فی الحقیقت مشبہ بہ جس کی وجہ سے مشبہ نادر اور طرفہ بن جائے۔ فی نفسہ نادر الحضور ہو۔ ذہن ہیں مثال

آتشِ سیال دیدستی در آبِ منجمد؟
گر نہ دیدستی بجواں از ساقیا نشں ساغرے

"آتش سیال" کے معنی بہنے والی آگ۔ یعنی شراب۔ آب منجمد سے مراد جام بلور

دویم قسم یہ ہے کہ درحالیکہ مشبہ حاضر الوجود ہو اس وقت اس کی ندرت اور طرفگی متحقق ہو۔ گو ویسے نادر نہ ہو۔ مثال ؎

آں زلف نگر بر رخ آں شہرہ صنم
آویختہ بے جنگ وخصومت باہم

(زلف کا چہرہ پر ہونا کوئی عجیب بات نہیں۔ مگر ایک دوسرے کے ساتھ گلوگیر ہونا۔ تاکہ ہم دل کسی کا چھین لیں۔ نادر کیفیت رکھتا ہے جس طرح دو لڑکوں کی طرح زلفیں آپس میں لڑ رہی ہیں)۔

فائدہ۔ چند امور مندرجہ بالا اقسام کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں۔

(الف) امکانِ مشبہ کی حالت میں مشبہ بہ کی امکانیت مسلم ومعروف ہو۔

(ب) مقدارِ حالِ مشبہ میں ہر دو مساوی ہوں۔

(ج)۔ تزئین یا تقبیح میں واجب ہے۔ کہ مشبہ بہ وجہ شبہ سے۔ زیادہ مشہور ومعروف ہو۔ (د) استطراف میں یہ شرط ہے کہ مشبہ بہ ذہن میں نادر الحضور ہو۔

نوع دویم راجع بہ مشبہ بہ

جیسا کہ صفحہ ۲۴ پر کہا گیا۔ بعض اوقات غرض تشبیہ مشبہ بہ کی طرف

راجح ہوتی ہے۔ اور اسکی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) اکملیت نقائص یعنی جو کچھ وجہ شبہ میں ناقص ہو۔ اسی کو مشبہ بہ کریں اور مقصد اسکو کامل بنانے سے ہو۔ مثال ارزقی ؎

اندیشہ بہ رفتنِ سمندت ماند

خورشید بہ ہمتِ بلندت ماند

(اسپ و ہمت کو مشبہ بہ بنایا گیا۔ اور مدعا یہ تھا کہ اس کی اکملیت ظاہر ہو حالانکہ فی الواقع اسپ کی رفتار اندیشہ کے پرواز سے کم ہونی چاہئے۔ اور بلندیٔ ہمت خورشید کی رفعت سے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکتی۔)

(۲) اہتمام مطلب یعنی جو چیز مطلوب یا پیش اہتمام ہو اس کو تو مشبہ بنا دیں اور جس چیز سے مطلب براری ہو سکے۔ اس کو مشبہ قرار دیں۔ مثال ؎

گداز بس کہ دیدہ قحطِ احساں

ہلالِ عید را ماند لبِ ناں

یہاں مطلوب ناں ہے مشکلکشا ہلال عید ہے کیونکہ عید کے دن روٹیاں مل جائینگی۔ لب ناں کی شکل کتنی ہلال عید سے ملتی جلتی ہے اور یہ حسن کلام ہے۔ لہذا لب ناں شئے مطلوب مشبہ بہ ہے اور ہلال عید مشبہ

اس طرز تشبیہ کو اظہار المطلوب کہتے ہیں

۴۔ ادات تشبیہ

ادات تشبیہ سے مراد حروف تشبیہ ہیں جو تشبیہ کے ادا کرنے کا ذریعہ ہیں اور وہ حروف یہ ہیں۔ مانند۔ مثل۔ چوں۔ گویا۔ تو گفتی۔ تو گوئی۔ ہمچو گماں بری۔ پنداری۔ پنداشتی۔ ماناں۔ بساں۔ ساں۔ آسا بعض اوقات حروف تشبیہ حذف بھی ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

فصل دوم۔ اقسام تشبیہ

۱۔ تقسیم باعتبار مشبہ و مشبہ بہ

(۱) مشبہ و مشبہ بہ ہر دو مفرد ہوں۔ اور غیر مقید۔ مثلاً تشبیہ مابین رخسار و گل۔ شجاع و شیر۔ علم و نور۔

(۲) مشبہ و مشبہ بہ ہر دو مفرد ہوں۔ مگر مقید۔ مثلاً تشبیہ در بیان سعی بے سود و نقش بر آب۔

(۳) ایک مفرد غیر مقید ہو۔ دوسرا مفرد مقید۔ مثال ؎

رخسارہ چوں گلستاں خنداں — زلفین چو زنگیان لاعب (بازی کنندہ)

(۴) ہر دو مرکب ہوں۔ یعنی چند چیزیں فراہم ہو کر ایک ہیئت اختیار کریں۔ (اس نوع کا ذکر پہلے ہو چکا ہے)

(۵) ایک مفرد ہو اور ایک مرکب۔ مثال ؎

بلبلہ چوں کبک خوں گرفتہ بمنقار
کز دہنش نالۂ حمام برآید

(یعنی صراحی ایسے کبک کی مانند ہے جس کے چونچ سے خون لگا ہو۔ اور اس کے لب سے نالہ کبوتر کی آواز نکلتی ہے)

(۶) ہر دو متعدد ہوں اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) ملفوف یعنی پہلے چند مشبہ کا ذکر کریں۔ اور پھر اسی ترتیب میں مشبہ بہ وارد ہوں۔ بطور لف و نشر مرتب۔ مثال ؎

تافتہ زلف و شگفتہ رخ و زیبا قدِ او
مشک سارا و گلِ سوری و سروِ چمن است

(ب) مفروق۔ یہ کہ ایک مشبہ اور ایک مشبہ بہ کا باہم ذکر کریں اور بعد اس کے ایسا ہی ایک جوڑا اور لا دیں۔ بہمیں طور۔ مثال ؎

رویت دریائے حسن و لعلت مرجاں زلفت عنبر صدف دہن دُر دنداں

(۲) ایک واحد ہو اور ایک متعدد۔ اسکی دو قسمیں ہیں

(الف) جمع۔ جب کہ مشبہ واحد ہو اور مشبہ بہ متعدد۔ مثال جامی ؎

عارض ست ایں یا قمر یا لالۂ حمراست ایں ٭ یا شعاع شمس یا آئینۂ دلہاست ایں

(ب) تسویہ۔ جب کہ مشبہ متعدد ہو اور مشبہ بہ واحد۔ مثلاً گو بند کہ زلف معشوق و حال من ہر دو مانند شب سیاہ اند۔ مثال ؎

زلف یار و حالت آشفتگاں

در پریشانی و تاریکی یک اند

۲۔ تقسیم باعتبار وجہ شبہ

(۱) تشبیہ تمثیل۔ (الف) وہ ہے کہ وجہ شبہ اس میں کئی چیز سے حاصل ہوئی ہو۔ جیسا کہ وجہ شبہ مرکب کے بیان میں ذکر ہوا۔

(ب) سکاکی نے مفتاح میں لکھا ہے کہ تمثیل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ کئی چیزوں سے میسر ہو۔ بشرطیکہ وہ وصف وہمی ہو نہ حقیقی۔ مثال از سعدی ؎

علم چندا نکہ بیشتر خوانی ٭ چوں عمل در تو نیست نادانی

نہ محقق بود نہ دانشمند ٭ چار پائے برو کتابے چند

(اس جگہ تشبیہ عالم بے عمل کی چار پایہ سے تشبیہ تمثیل ہے۔ کیونکہ

ایک خیالی مثال ہے۔

(ج) شیخ عبدالقادر جرجانی نے اسرار البلاغت میں لکھا ہے۔ کہ تمثیل وہ تشبیہ ہے جس میں وجہ شبہ مرکب ہو۔ اور عقلی ہو۔ اگر عقلی نہ ہو تو تشبیہ متضمن ہوگی۔ اگر وجہ شبہ مرکب حسی ہو تو وہ تمثیل نہیں۔ مثال نظامی سے

نظر کردم ز روئے تجربت ہست خوشی ہائے جہاں چوں خارش دست

کہ اول دست را خارش خوش افتد بآخر دست در دست آتش افتد

(وجہ شبہ اس میں ایسا امر ہے جس کا آغاز اچھا اور انجام بد ہے اور یہ امور عقلی ہیں۔ اس لئے تمثیل کا اطلاق درست ہے۔)

(۲) **تشبیہ غیر تمثیل** ۔ وہ ہے کہ جس میں وجہ شبہ مرکب نہ ہو بلکہ واحد یا متعدد ایسی مثالیں مذکور ہو چکی ہیں۔

(۳) **تشبیہ مجمل** ۔ وہ ہے جس میں وجہ شبہ مذکور نہ ہو۔ اور اس کی کئی قسمیں ہیں۔

(الف) یہ کہ وجہ شبہ جس کا ذکر نہ کیا جاوے۔ ایسی چیز ہو جو بادی النظر میں بدون بیان مفہوم ہو سکے۔ مثلاً تشبیہ شجاع بہ شیر۔ کہ جرات اس میں مفہوم ہے۔ یا تشبیہ رخسار بہ گل کہ سرخی کے جتانے کی حاجت نہیں۔

(ب) یہ کہ وجہ شبہ پوشیدہ ہو۔ اور بغیر جاننے خواص کے معلوم نہ ہو سکے۔ مثلاً تشبیہ تبسم بہ برق۔ د مخفی مبا دکہ برق ایک دفعتہ چمک کا نام ہے۔ اور معشوق کا تبسم بھی جو تھوڑے وقت کے لئے دندان کی درخشانی کو ظاہر کرتا ہے اسی طرح پر ہے۔ یا بالفاظ علامہ صاحب مطول یوں کہیں کہ اس جماعت کے لوگ ایسے یکساں تعرف کے آدمی ہیں کہ معلوم نہیں ہو سکتا ان میں فاضل کون ہے۔ اور افضل کون)

(ج) یہ کہ مشبہ و مشبہ بہ میں سے کسی کا کوئی وصف بیان نہ کیا گیا ہو مثال خاقانی سے ازعارض وروئے وزلف داری

طاؤس و بہشت و مار باہم

حالانکہ عارض کو طاؤس سے۔ چہرہ کو بہشت سے۔ اور زلف کو مار سے تشبیہ دی گئی ہے۔ مگر چونکہ ظاہر نہیں اس لئے مجمل کہتے ہیں۔ اسی طرح اگر کہیں زید الفاضلُ اسدٌ۔ تو لفظ فاضل جرات یا شجاعت کے ظاہر کرنے کے لئے کچھ معنی نہیں رکھتا۔

(د) جب کہ صرف مشبہ کا وصف مذکور ہو۔ جیسے روئے روشن مثال آفتاب است۔ مثال خاقانی سے

خنجرِ سبزش چوں سرخ آید بخون

حصرم مُئے را نشان بنی بہم

(اس جگہ کسی کے سبز اور خون آلودہ خنجر کو انگوروں کی سبزی اور شراب کی سرخی کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے)

(ھ) جب کہ صرف مشبہ بہ کی توصیف کا بیان کریں۔ مثلاً رخش چوں گل شگفتہ۔ مثال خاقانی سے

وقت است کہ مرکبان و انجم　　ہم نعل بیفگنند و ہم سُم

(و) یہ کہ ہر دو مشبہ و مشبہ بہ کی توصیف درج ہو۔ مثلاً روئے خندانش چوں گل شگفتہ۔ مثال رودکی سے

چا کرانت بگہِ رزم چوں خیاطانند　　گرچہ خیاطنیند اے ملکِ کشور گیر

بگز نیزہ قدِ خصم تو پیمانند　　کہ ببرند بہ شمشیر و بدوزند بہ تیر

(۴) **تشبیہ مفصل** (الف) وہ تشبیہ ہے کہ وجہ شبہ اس میں بیان کیجائے مثال عبدالواسع سے اے پسر چوں سخن و چون دہنِ خویش زغم

عیشِ من تلخ مدار و دلِ من تنگ مخواہ

(وجہ شبہ اس جگہ تلخی اور تنگی ہے تمہیں طور اگر کہیں کہ زلف پیچیدہ و مشکبیش

ہمچو سنبل است۔ تو دونو صفتیں وضاحت سے بیان ہوئیں۔

(ب) جب کہ وہ چیز جو مستلزم وجہ شبہ ہے یعنی جس کو وجہ شبہ لازم ہے ذکر کی جائے۔ مثلاً۔ اُلکلام الفصیح کالعسل فی الحلاوۃ یعنی ایک فصیح کا کلام شیرینی میں شہد کی مانند ہے۔ وجہ شبہ اس میں میل طبع ہے جو شیرینی کیلئے لازم ہے۔

(۵) **تشبیہ قریب مبتذل**۔ وہ تشبیہ ہے کہ وجہ شبہ اسطرح واضح ہو کہ مشبہ سے مشبہ بہ کی طرف توجہ جلد مبذول ہو سکے۔ اسکے اسباب یہ ہیں

(الف) جب کہ وجہ شبہ واحد ہو۔ جیسے کہ زنگی کی سیاہی کی تشبیہ زغال یا کوئلے سے۔ یا کسی سفید چیز کی تشبیہ برف سے۔

(ب) جب کہ مشبہ بہ مشبہ سے نسبت قریبی رکھتا ہو جیسے کنار (ہندی بیر) کی تشبیہ سیب سے۔

(ج) جب کہ مشبہ بہ اکثر ذہن میں حاضر رہتا ہو مثلاً زلف کی تشبیہ شب سے چہرہ کی آفتاب سے۔ پس تشبیہ قریب وہ ہے جس میں وجہ شبہ تفصیل قلیل رکھتی ہو۔ مثلاً تشبیہ آفتاب بہ آئینہ۔

(۶) **تشبیہ بعید غریب** وہ تشبیہ ہے جو فکر اور دقت کے ساتھ شبہ سے

مشبہ بہ کی طرف راجع کرنے کے قابل ہو اس کے اسباب یہ ہیں۔

(الف) وجہ شبہ متعدد یا مرکب ہو (جس کی تشریح مذکور ہو چکی ہے)

(ب) یہ کہ مشبہ کو مشبہ بہ کیساتھ نسبت بعید کی ہو مثلاً ابر کی تشبیہ زاغ سے

مثال مختاری ؎ زابرِ سیاہ و برفِ سفید و زمینِ سبز
طوطی ہمے پدید شد از بیضۂ غراب

(ظاہر ہے کہ سوائے سیاہی سفیدی اور سبزی کے زاغ بیضہ اور طوطی میں کوئی متناسب نہیں)

(ج) یہ کہ مشبہ بہ ذہن میں شاذ و نادر حاضر ہو۔ جیسے وہمی اور خیالی باتوں میں مثلاً غول کے دانت (انیاب اغوال) یا زبرجد یاقوت کے (اعلام یاقوت)

(د) یہ کہ وجہ شبہ مرکب عقلی ہو۔ چنانچہ جسقدر زیادہ چیزوں سے مرکب ہو اسیقدر تشبیہ بعید تر اور غریب تر ہو گی۔ عام اس سے کہ وہ ترکیب وہمی ہو یا خیالی یا عقلی۔

فائدہ۔ **تشبیہ مشروط**۔ تشبیہ بعید عموماً کلام کو زیادہ بلیغ بنا دیتی ہے مگر قریب بتبذل میں بھی تصرف خاص سے غرابت پیدا ہو سکتی ہے اور

اگر تعریف بطریق شرط ہو۔ تو اسے تشبیہ مشروط کہتے ہیں۔ مثلاً در نثر گویند کہ فلاں چوں شیر است اگر شیر عقل وارد و فلاں مانند ابر است اگر ابر گوہر بارد۔

مثال ۵ ماہ می گفتم ترا گر ماہ را گفتار بودے

سرو می گفتم ترا گر سرو را رفتار بودے

۳۔ تقسیم باعتبار غرض

باعتبار غرض تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مقبول (۲) مردود

(۱) **مقبول**۔ وہ ہے جبکہ غرض کے فوائد میں وسعت پیدا ہو اور مشبہ بہ وجہ شبہ میں مشہور تر۔ تمام تر۔ اور مسلم الحکم ہو۔ مثلاً روئے او مثل ماہ است۔

(۲) **مردود**۔ جو کہ ان امور میں ناقص اور ضعیف ہو۔ مثلاً روئے او مثل آئینہ زید است (اس قسم کی مثالیں ابتدا میں ذکر کی جا چکی ہیں)

۴۔ تقسیم باعتبار ادات

بلحاظ ادات تشبیہ کی دو قسمیں ہیں (۱) مؤکد (۲) مرسل

(۱) **مؤکد**۔ جس میں ادات مذکور نہ ہوں۔ مثلاً رُویش ماہ است۔ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ پھر موکد کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) یہ کہ جس میں اداتِ تشبیہ کو حذف کر دیں۔ مثلاً رخسارِ او گل است

مثال خاقانی ؎ مئے آفتاب زرفشان جام بلوریں آسماں
مشرق کف ساقیش داں مغرب لب یار آمدہ

(ب) یہ کہ ادات تشبیہ کو محذوف کر کے مشبہ بہ کو مشبہ کے ساتھ اضافت کریں۔ مثلاً آن گل رخسار ست۔ مثال مسعود سعد ؎

عبہر چشمش گرفتہ سرخئے لالہ
لالہ رویش گرفتہ زردئے عبہر

یعنی اس کی آنکھ عبہر کی طرح ہے اور اس کا چہرہ لالہ کی ۔ں ہے۔
(۲) مرسل وہ ہے جس میں تشبیہ کا ذکر موجود ہو مثلاً روئے او مثل گل است
نوٹ۔ حروف تشبیہ کا ذکر اوپر ہو چکا ہے الا بعض اوقات شعرائے عجم دیگر عبارات کو بمنزلہ ادات استعمال کرتے ہیں مثال مختاری ؎

از یک صدف جدا شدہ رائے تو و خرد
از یک رحم جدا شدہ طبع تو و کرم

(اس جگہ رائے کو خرد کے ساتھ اور طبع کو کرم کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود ہے)

۵۔ تقسیم باعتبار قوت وضعف

ننا چاہئے کہ تشبیہ کا استعمال کلام میں ۵ قسموں سے باہر نہیں

(۱) یہ کہ مشبہ اور مشبہ بہ مذکور ہوں۔ اور وجہ شبہ اور حرف تشبیہ محذوف مثلاً زید شیر است۔

(۲) یہ کہ دریافت کرنے کے وقت مشبہ کو بھی حذف کردیں۔ مثلاً کوئی پوچھے۔ زید کیست اور جواب دیں کہ شیر است

(۳) یہ کہ صرف حرف تشبیہ کو محذوف رکھیں۔ مثلاً زید شیر است در جرأت

(۴) یہ کہ صرف وجہ شبہ کو حذف کریں۔ مثلاً زید مانند شیر است۔

(۵) یہ کہ ہر چہار ارکان کا ذکر کریں مثلاً زید مانند شیر است در جرأت

فائدہ۔ حدایق البلاغت کی آٹھ قسموں میں بعض میں صرف اعادہ معلوم ہوتا ہے۔ اصول سمجھنے کے لئے یہی پانچ کافی ہیں۔ بعض ان میں سے قوی ہیں بعض ضعیف۔ بعض متوسط جس تشبیہ میں عمومیت زیادہ ہو۔ وہی نسبتاً قوی ہے۔

نسیم دویم۔ استعارہ

تشریحات۔ استعارہ کے لفظی معنی "چیزے بہ عاریت خواستن" ہیں اور اصطلاح میں ایسے لفظ سے مراد ہے جس کے لازم معنی کا ارادہ کریں اور قرینہ معنئ وضعی کے عدم ارادہ پر قایم ہو۔ اور حقیقی معنوں اور مجازی

میں علاقہ تشبیہ ہو۔

"مُستعار"۔ اس چیز کو کہتے ہیں جو عاریتاً طلب کی جاوے۔ پس۔

(الف) مشبہ کو مستعار لہ کہتے ہیں۔ یعنی جس کے لئے کوئی چیز طلب کی جاوے۔

(ب) مشبہ بہ کو مستعار منہ کہتے ہیں جس سے طلب عاریت ہوئی۔

(ج) لفظ استعارہ کو مستعار کہتے ہیں۔

(د) وجہ تشبیہ کو وجہ جامع کہتے ہیں۔

مثلاً لفظ نرگس کو گل نرگس سے (جو اس کے معنی ہیں) مانگا گیا۔ تاکہ چشم یار کے لئے استعمال کریں۔ لہذا مستعار لفظ نرگس ہے مستعار لہ چشم محبوب مستعار منہ گل نرگس۔

(۲) **لوازمات** ۔ استعارہ میں یہ امر ضروری ہے کہ تشبیہ کے دو طرف میں سے ایک متروک رہے۔ اور جو چیز متروک ہو۔ اُسکے صرف لوازم مذکور ہوں

مثال سے دستِ غم روزے کہ آب و خاکِ مجنوں می سرشت

بود در کوئے جنوں آں روز پا در گِل مرا

"دست" فی الحقیقت موضوع ہے انسان کے لئے۔ دست کا اطلاق

غم کے ساتھ استعارہ ہے۔ انسان مستعار منہ۔ غم مستعار لہ۔ وجہ جامع سامان اور سرانجام ہے۔ جو دست سے تعلق رکھتا ہے۔ اور بے دست کوئی چیز مہیا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جنوں کی ساختگی کے لئے بھی دست غم لازمی ہے۔)

(۳) **استعارہ کی بنا تشبیہ پر** ہے فرق یہ ہے کہ مشبہ بہ کو ذکر کریں اور مشبہ مراد رکھیں۔ مثلاً مثال اولین میں نرگس مشبہ بہ اور چشم یار مشبہ۔ مگر صرف نرگس کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ اور مراد یہ ہوتی ہے کہ سامع قرینہ سے سمجھ لے کہ یہاں چشم محبوب مقصود ہے۔

اس قرینہ کو **مجاز** کہتے ہیں یعنی ایسا لفظ جسکو معنیٔ موضوع سے لیکر دوسرے معنوں میں استعمال کریں۔ استعارہ مجاز کی ایک قسم ہے اس لئے مجاز اور حقیقت میں امتیاز کرنا ضروری ہے۔ وھوھذا

فصل اوّل۔ حقیقت و مجاز

۱۔ **حقیقت و مجاز۔** وامتیاز در بیان ایشاں

(الف) حقیقت میں ہر لفظ بمعنی موضوع لہ یعنی اصلی معنی میں لیا جاتا ہے،

اور مجاز میں ایسے لفظ کو استعمال کرتے ہیں۔ اُس معنی میں جسکے لئے وہ وضع نہیں کیا گیا تھا۔

(ب) حقیقت اصل ہے اور مجاز فرع اور اصل فرع پر مقدم ہے۔

(ج) حقیقت وہ کلمہ ہے کہ جس معنی کے لئے وضع کیا گیا ہے اس معنی میں اس کو استعمال کریں۔ اور جس اصطلاح میں کلام کریں۔ اسی اصطلاح میں معنی لئے جاویں۔ مجاز وہ کلمہ ہے کہ کسی غیر موضوع معنی میں اس کا استعمال کریں۔ اور ایسے معنی میں دلالت اس کی بوجہ قرینہ کے ہو غیر شئی کے ساتھ چنانچہ "وضع معین" کے معنی ایسا لفظ بنانا ہے جو بنفس خود اپنے معنوں پر دلالت کرے۔ اور نہ قیامِ قرینہ کی وجہ سے وضع معین بواسطۂ حقیقت موثر ہے۔ نہ بطریق مجاز۔

(د) البتہ حقیقی اور مجازی معانی میں علاقہ ضروری ہے ورنہ لفظ معین کا استعمال غلط ہوگا۔ مثلاً کہا جائے ایں اسپ راہگیر۔ اور اشارہ کتاب کی طرف کیا جائے۔ تو استعمال غلط ہے۔

(ھ) ہر دو حقیقت و مجاز کی کئی قسمیں ہیں یعنی لغوی۔ یا شرعی۔ یا عرفی عام یا عرفی خاص۔

(ا) **حقیقت لغوی**۔ جب کہ واضع حقیقت کا واضع لغت ہے مثلاً استعمال

لفظ "اسد" خود اس حیوان کیلئے۔

مجاز لغوی۔ وہ ہے۔ کہ لغت کی اصطلاح میں لفظ معین کو غیر موضوع لہٗ کے معنی میں استعمال کریں۔ مثلاً مرد شجاع را گویند کہ شیر است۔

(۲) **حقیقت شرعی** وہ ہے کہ واضع حقیقت شارع ہے مثلاً صلوٰۃ برائے عبادت مخصوص۔

مجاز شرعی۔ وہ ہے کہ شرع کی اصطلاح میں لفظ معین کو غیر موضوع لہٗ کیلئے استعمال کریں۔ مثلاً صلوٰۃ برائے دعا۔

(۳) **حقیقت عرفی خاص**۔ جب کہ واضع حقیقت عرف ہو مثلاً لفظ "فعل" عرف نحویاں میں لفظ مخصوص کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جس سے مراد ماضی، مضارع وغیرہ سے ہوتی ہے۔ یہ حقیقت عرفی خاص ہے۔

مجاز عرفی خاص۔ ہمیں طور فعل بمعنی حدث مجاز عرفی خاص ہے۔

(۴) **حقیقت عرفی عام**۔ کی مثال لفظ "دابہ" ہے بمعنی چہار پایہ

مجاز عرفی عام مثال یہ ہے کہ لفظ "دابہ" کو انسان کیلئے استعمال کریں۔

۲۔ **اقسام مجاز**۔ مجاز کی تین قسمیں ہیں (۱) مایؤل الیہ (۲) مرسل۔ (۳) مشتمل بر تشبیہ۔

(۱) **مائول الیہ** سے مراد ہے اطلاق کے لفظ کا بہ قرینۂ زمانہ ماضی یا مستقبل یا باضافت۔ مثال (اطلاق مردن بہ حیات) ایں مردہ نمیدانم کہ نمرد " یا کسیکہ کشد ایں کشتہ را۔ مثال۔ ایں فاضل چہ خواند۔ کتاب میخواند۔ (اطلاق فاضل بر طالب علم) مثال یہ ہے کہ مولوی کے لڑکے کو بھی مولوی بلاویں کیونکہ ایک دن وہ بھی مولوی بن جائیگا۔

(۲) **مجاز مرسل** ۔جب کہ علاقہ بلا تشبیہ ہو (اس کا ذکر بعد میں آئیگا)

(۳) **مجاز مشتمل بر تشبیہ** ۔جب کہ دو چیزوں کے درمیان تعلق تشبیہ کا ہو۔ اور اسی کو استعارہ کہتے ہیں اور اس کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) **استعارہ بالتصریح** ۔یعنی استعارہ میں مشبہ کو متروک کریں اور صرف مشبہ بہ کا ذکر کر دیں۔ مثلاً نرگس یار بجائے چشم یار۔ یا گویند ماہ در حمام دیدم۔ مراد محبوب۔ مثال ہش مشک سای و شکر مے فروش

دو نرگس کماں کش دو گل درع پوش

(اس جگہ مہ۔ شکر۔ نرگس۔ وگل جو کہ مشبہ بہ ہیں مذکور ہوئے مگر چہرہ۔ لب۔ چشم ورخسار جو کہ مشبہ تھے۔ ترک کئے گئے)

(ب) **استعارہ بالکنایہ** ۔جب کہ مشبہ بہ کو متروک کریں اور صرف مشبہ

کا ذکر کریں۔ اور مشبہ بہ کے کمال کو اس سے ثابت کریں۔ مثلاً "اگر از تیغ اجل جاں بردم۔ چندے دیگر صرف اوقات در خدمت شریف خواہم کرد"۔ (اس جگہ اجل کو بمنزلہ جلاد قرار دے کر اسکے ساتھ لفظ تیغ لگا دیا ہے جو جلاد سے مستعار ہے۔

(ج) ایک اور قسم یہ ہے۔ کہ جو کچھ شایان مشبہ ہے۔ اس کو مشبہ بہ میں ثابت کریں۔ مثلاً "نرگس سرمہ سا" (نرگس کو سرمہ سے کیا واسطہ مگر چونکہ نرگس کا اطلاق چشم محبوب پر تھا۔ اس لئے اسکے ساتھ سرمہ سا کا استعمال داخل بلاغت ہوا)

۳۔ استعارہ و کذب۔ و قرینہ استعارہ۔ استعارہ کی بنا تاویل پر ہے۔ یعنی مشبہ کو مشبہ بہ کی جنس سے تصور کرتے ہیں۔ اور قرینہ عدم ارادہ موضوع کہ اس میں قائم ہوتا ہے مگر کذب میں تاویل و قرینہ نہیں ہوتے۔

قرینہ استعارہ۔ (الف) بعض اوقات مفرد ہوتا ہے۔ مثال اسدی

۵ روانرا بشمشاد پوینده رنج
خرد را بمرجان گوینده گنج

دپوینده و گوینده میں قرینہ باترتیب یہ ہے کہ شمشاد سے قد معشوق اور مرجان سے لب معشوق مراد ہے "روان" مساوی ہے روح رواں کے ہر دو میں قرینہ مفرد ہے)

(ب) بعض اوقات قرینہ استعارہ مجموعۂ اشیا ہوتا ہے۔ مثال خاقانی سے

چوں رزمہ نوزنی عطارد
مریخ ہدف شود مرآں را

اس شعر میں "عطارد را تیر زدن" و "مریخ را ہدف او شدن" چند قرائن ہیں۔ جنکا خیال ماہ نو سے پیدا ہوا۔ جو کمان کی صورت ہے۔

فضائے دوئم۔ اقسام استعارہ

جس طرح تشبیہ کی تقسیم چند اعتبارات کے سبب ہوئی اسی طرح استعارہ کی تقسیم اس طرح پر ہے (۱) باعتبار مستعار منہ، و مستعار لہٗ (۲) باعتبار وجہ شبہ جسے وجہ جامع کہتے ہیں۔ (۳) باعتبار مجموع ایں ہر سہ ارکان (۴) باعتبارات دیگر غیر ازیں سہ قسیم۔

ا۔ تقسیم باعتبار مستعار منہ و مستعار لہ

باعتبار طرفین یعنی مستعار منہ و مستعار لہ، استعارہ کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وفاقیہ (۲) عنادیہ۔

(۱) **وفاقیہ** یہ ہے کہ مستعار منہ و مستعار لہ دونو کا ایک چیز میں اکٹھا

ہونا ممکن ہو مثلاً لفظ زندگی کا کہیں اور مراد ہدایت ہو۔ قولہ تعالیٰ اومن کان میتًا فاحییناہ یا صاحب بصیرت کہیں اور مراد صاحب علم ہو یہ اوصاف ایک شخص میں جمع ہو سکتے ہیں۔ (وفاق کے معنی موافقت ہیں)

(۲) **عنادیہ۔** یہ ہے کہ جس میں مستعار منہ و مستعار لہ دونوں کا شخص واحد میں پایا جانا ممتنع ہو۔ مثال سے

قاروں ہلاک شد کہ چہل خانہ گنج داشت
نوشیرواں نمرد کہ نام نکو گذاشت

(موت اور زندگی ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے استعارہ کو عنادیہ کہتے ہیں۔)

(عنادیہ کے معنی دشمنی ہے) بعض اوقات بطور تمسخر بھی یہ استعارہ لاتے ہیں مثلاً کہیں رأیتُ حاتمًا اور مراد اس سے یہ ہو کہ بخیل کو میں نے دیکھا۔

۲۔ تقسیم باعتبار وجہ جامع

باعتبار وجہ جامع استعارہ چار قسموں پر منقسم ہے۔

(۱) **داخل در مفہوم۔** یعنی جبکہ وجہ جامع مستعار منہ اور مستعار لہ کے مفہوم میں داخل ہو۔ یعنی ان کے معنی کا جزو ہو مثلاً ع دلم خواہد کہ پرم سوئے یاراں

اس میں دل مستعار لہ اور پرند مستعار منہ ہے۔ وجہ جامع یہ ہے کہ مسافت جلد قطع ہو اور یہ پرواز اور رفتار ہر دو میں مفہوم ہے۔ مثال عہد لواسح ~~

بر سیرتِ لطیفِ تو گفتارِ تو دلیل
بر نسبتِ شریفِ تو کردارِ تو گواہ

(یعنی تیری سیرت اور نسبت بذریعہ گفتار و کردار ثابت ہیں۔ اور معنی ثبوت میں دلیل و گواہ بطور استعارہ عیاں ہے)

(۲) **خارج از مفہوم** - یعنی جب کہ وجہ جامع مستعار منہ و مستعار لہ کے مفہوم سے خارج ہو۔ مثلاً جب مرد شجاع کو اسد کہیں تو وجہ جامع اس میں جرات ہے۔ جو دونوں کے اصلی مفہوم سے باہر ہے۔ (تشریح اس کی قدرے دقیق ہے۔ اس لئے مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔) مثال نظامی ~~

کشیدہ قامتے چوں سروِ سیمیں
دو زنگی بر سرِ نخلش رطب چیں

(اس جگہ زلف مستعار لہ ہے اور زنگی مستعار منہ۔ وجہ جامع سیاہی ہے جو دونو کے مفہوم سے خارج ہے)

(۳) **ابتذالیہ یا عامیہ** - جب کہ وجہ جامع بادی النظر میں ایسی واضح اور

عام ہو کہ تشریح کے بغیر استعارہ صاف ہو۔ مثال نظامی؎

ہنوزم ہندواں آتش پرستند
ہنوزم چشم چوں ترکان مستند

(اس جگہ زلف اور ہندو میں نیز رخسار و آتش میں وجہ جامع سیاہی و درخشندگی عیاں ہے)

(۴) مخفی یا غریبہ۔ وجہ جامع مخفی ہو۔ اور بدون خواص کے معلوم نہ ہو سکے مثلاً صراحی کی آواز کو ہچکی سے استعارہ کریں۔ مثال خاقانی؎

در ہر بلبلہ فواق افتد
کز دہان آب احمر انداز د

(شراب کا صراحی سے رکی ہوئی آواز سے نکلنے کو فواق یعنی ہچکی سے استعارہ کیا ہے۔ اور "گرفتگی در گلو" وجہ جامع ہے۔ جو بادی الرائے میں ظاہر نہیں)

۳۔ تقسیم باعتبار سہ مستعار لہ مستعار منہ و وجہ جامع

مستعار منہ و مستعار لہ یا ہر دو حسی ہونگے۔ یا ہر دو عقلی۔ یا ان میں سے مستعار لہ حسی اور مستعار منہ عقلی۔ یا مستعار منہ حسی و مستعار لہ عقلی۔ اسی طرح وجہ جامع بھی کہیں حسی ہوگی اور کہیں عقلی۔ چنانچہ تقسیم اسی طرح پر ہوگی۔

(۱) ہر سہ حسی مثلاً (الف) معشوق کے چہرہ کا گل یا آفتاب یا ماہ سے استعارہ کریں۔ (از مبصرات) (ب) اسکے آب دہن کا شراب سے (از مذوقات) (ج) صدائے ہیبتناک کا آواز صور سے (از مسموعات) (د) زلفوں کا مشک سے (از مشمومات) (ھ) شکم کا سطح آب سے استعارہ کریں (از ملموسات) وجہ جامع ہر دو میں ملائمت ہے۔ ان مثالوں میں مستعار منہ مستعار لہ و وجہ جامع سب حسی ہیں۔ (از شرح اردو)

(۲) طرفین حسی و جہ جامع عقلی — جیسے استعارہ مرد شجاع کا شیر سے کہ ان میں وجہ جامع یعنی جرات عقلی ہے۔ و قولہ سبحانہ۔ وایۃ لھم الیل نسلخ منہ النھار۔ (اس میں وجہ جامع یعنی ترتیب ظہور ظلمت شب بر رفتن روز عقلی ہے طرفین یعنی لیل و نہار حسی ہیں

(۳) مستعار لہ حسی مستعار منہ و وجہ جامع عقلی مثال سعدی

کوہ پوشندہ در مصاف نگن
مرگ تابندہ از نیام برآر

(اس جگہ تلوار کا مرگ سے استعارہ کیا گیا ہے مستعار منہ یعنی مرگ اور وجہ جامع کشتن ہر دو عقلی ہیں مستعار لہ تلوار حسی ہے۔)

(۴) مستعار منہ حسی، مستعار لہٗ و وجہ جامع عقلی۔ مثلاً معشوق کے قد کا استعارہ قیامت سے۔ مثال خاقانی سے

تیغِ او آبستنِ فتح است اینک بنگرش

نقطہ ہائے چہرہ بر آبستنی دارد گواہ

چہرہ داغدار اور مستور ہونے کا استعارہ آبستن سے کیا گیا، وجہ جامع تدارک اور غرض متعدی ہے نتیجہ کے لئے۔ یعنی تلوار فتح کے لئے تیار ہے۔

(۵) ہر سہ عقلی۔ مثلاً خواب کو موت سے استعارہ کریں۔

(۶) بعضے از اجزائے وجہ جامع حسی و بعضے عقلی۔ مستعار لہ و مستعار منہ ہر دو حسی۔ مثلاً شخص جلیل القدر کو آفتاب سے استعارہ کریں وجہ جامع درخشانی اور بزرگئ شان ہے۔

(فائدہ۔ سکاکی نے نوع ششم کو ترک کر دیا ہے)

۴۔ تقسیم باعتبار لفظِ مستعار

باعتبار لفظ مستعار استعارہ کی دو قسمیں ہیں (۱) اصلیہ (۲) تبعیہ

(۱) اصلیہ وہ ہے کہ لفظ مستعار اسم جنس ہو۔ مثلاً شیر کا استعارہ مرد شجاع کیلئے اور گل کا رخسار کے لئے۔ اگر کسی خاص شخص کا نام کسی وصف

معلوم کے سبب تاویل کرکے اسم جنس میں داخل کرلیں۔ تو وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ مثلاً بخیل کا حاتم سے۔ بزدل کا رستم سے استعارہ کریں۔ اصلیہ اسے اسی واسطے کہتے ہیں۔ کہ استعارہ کی بنا تشبیہ پر ہے۔

(۲) تبعیہ۔ وہ ہے کہ لفظ مستعار یا فعل ہو یا شبہ فعل یا حرف ہو۔ قاعدہ ہے کہ استعارہ کی بنا موصوفیت پر ہوتی ہے۔ مگر فعل اور حرف کو بذاتہ قابلیت موصوف ہونے کی نہیں۔ الّا اگر فعل کو مصدری معنوں میں لیا جائے اور حرف کو اسکے معنوں کے متعلقات سے تعبیر کیا جائے۔ تو وہ موصوف کا کام دے سکتے ہیں پس فعل اور حرف مستعار ہوتے ہیں بہ ترتیب اپنے مصدر اور تعلق کے تابع ہیں۔ اور اسی لئے استعارہ کو تبعیہ کہتے ہیں۔ یعنی کسی دیگر چیز کے تابع

مثال استعارہ فعل (از مسعود سعد)

دہنِ مملکت نخندد خوش تا سرِ تیغ تو نگرید زار

(اس جگہ تلوار کے خون بہانے کا "گریستن" یعنی مصدرِ فعل سے استعارہ کیا ہے۔ اور لفظِ مستعار فعل مضارع منفی ہے۔ اسی طرح فعل یا ماضی یا امر یا نہی۔ یا اسم فاعل یا اسم مفعول ہو سکتا ہے۔ اور جب ایسے فعل کو اپنی ذاتی معنوں میں نہ لیا جاوے۔ بلکہ اسکے مصدری معنی مدّنظر ہوں۔ تو استعارہ تبعیہ ہے

مثال - استعارہ حرف از خاقانی ؎

دل را بکنارِ جوئے بردیم

از یار کنارِ جوئے شستیم

(اس جگہ استعارہ تبعیہ حرف "از" میں ہے۔ جس کے معنی "سے" کے نہیں بلکہ دور کرنے خیال یار کے ہیں۔ جو مستعارلہ ہے یعنی حرف کے اصلی معنی نہیں لئے گئے۔ بلکہ متعلقات سے جو پیدا ہوتے ہیں۔ وہی تعبیر کئے گئے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں حرف تابع مضمون ہے۔ اور اسی لئے استعارہ کا نام تبعیہ ہے)

۵۔ تقسیم باعتبار تجرید و ترشیح

استعارہ کی تین اور قسمیں اور بہ ذیل ہیں۔

(۱) **مطلقہ** (اطلاق دادہ شدہ) وہ ہے کہ اس میں نہ مستعارلہ کے مناسبات مذکور ہوں اور نہ مستعار منہ کے۔ مثلاً کہیں کہ ایک شیر دیکھا تھا اور مراد شیر سے بہادر ہو۔ مثال از عبدالواسع ؎

شگوفہ بر سرِ شاخ ست چوں رخسارۂ جاناں

بنفشہ برلبِ جوئے ایست چوں جرارۂ دلبر

(اس میں مستعارلہ و مستعار منہ کسی کے بھی ملائمات اور صفات درج نہیں

ہیں۔ خالی استعارہ ہے۔

(۲) **مجرّدہ**۔ اس طرح پر ہے کہ صرف مستعار لہ کے صفات اور ملائمات ذکر کئے جاویں۔ مثلاً کہیں کہ ہم نے میدانِ جنگ میں شیر دیکھا تھا۔ میدان جنگ کا تناسب بہادر آدمی یعنی مستعار لہ سے ہے۔ مثال از خاقانی ؎

از شورشِ آہِ من ہمہ شب

بادامِ تو دوش ناغنودہ

(اس جگہ چشم کو بادام سے استعارہ کیا۔ اور لفظ غنودن کا ذکر کیا جو چشم کے ملائمات میں سے ہے۔ یعنی مستعار لہ کے ساتھ صرف اسی کے مناسب حال کا ذکر کر دیا ہے۔ مستعار منہ یعنی بادام کو مفرد ہی رہنے دیا ہے۔)

(۳) **مرشحہ**۔ اس طرح ہے کہ مستعار منہ کے مناسبات و صفات کا ذکر کریں۔ مثلاً اگر جنس از مستعار منہ ہو۔ اور اس کے ساتھ گراں اور بازار جیسے الفاظ بھی لے آویں۔ مثال ابو تمام ؎

وَیَصْعَدُ حَتّٰی یَظُنَّ الْجَھُوْلُ

بِاَنَّ لَہٗ حَاجَۃً فِی السَّمَاءِ

(یعنی ممدوح ایسے پایۂ بالا میرود کہ جہلا گمان مے برند۔ کہ شاید کارے در

۳۴۸۸۷۵

آسماں وارد۔ دوسرے لفظوں میں ممدوح کی بلندیٔ قدر کو لفظ صعود سے استعارہ کیا ہے۔ اور مصرع ثانی میں صعود کے ملائمات مذکور ہیں۔)

فائدہ (ا) **استعارہ موشحہ** بعض اوقات تجرید و ترشیح ہر دو استعارہ میں یکجا جمع ہوتے ہیں مثال از خاقانی ؎

بدرد جیب آسمان و برو گوئے زر آشکار بند صبح

(اس جگہ آفتاب کا استعارہ گوئے زر سے باندھا ہے لفظ صبح و آسمان لوازم مستعار لہ ہیں۔ اور لفظ جیب و دریدن ملایم مستعار منہ۔)

(ب) استعارہ ترشیح بہ نسبت دیگر دو قسموں کے زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ کیونکہ استعارہ کے معنی تشبیہ میں مبالغہ کے ہیں۔ یعنی مشبہ کو عین مشبہ بہ بنا دیتے ہیں۔ پس جو اوصاف مشبہ بہ کے مناسب ہوں وہ اس مبالغہ کو تقویت دیتے ہیں۔

۶۔ دیگر اقسام استعارہ

(ا) **تمثیلیہ یا مجاز مرکب** ۔ ایک قسم ہے جس میں استعارہ کو بر سبیل تمثیل وارد کرتے ہیں۔ وجہ جامع بھی کئی چیزوں سے حاصل ہو۔ اور مستعار لہ استعار منہ بھی مجموع ہوں۔ مثال از انوری ؎

خروزاں تیرہ گشت الحق مرا گفتہ، کہ با من ہم
بجز مہتاب پیمائی، بگِل خورشید اندائی

(خورشید را بگِل اندودن و مہتاب بگز پیمودن استعارہ است از کار بیہودہ کردن) مثال از عرفی سے

بہر کہ عرضہ دہم دُورِ خویش مے بینم
کہ عزقہ ام من و او بر کنارے گذرد

(۲) **استعارہ بالکنایہ** - جب مشبہ کو ذکر کریں۔ اور مشبہ بہ کو ترک کریں مگر اُسکے لوازم کام میں لائیں۔ گویا مشبہ بہ کو دل میں تصور کرلیا۔ اور اس کے ساتھ جو چیز خصوصیت رکھتی ہے اس کا بیان کیا۔ مثلاً کہیں کہ موت کے چنگل سے بچنا محال ہے۔ تو موت کو ایک درندے سے تشبیہ دی۔ اور درندکا تصور دل میں جما کر لفظ چنگل کا استعمال کیا۔ پس مشبہ بہ متروک کے ساتھ تصور میں تشبیہ دینے کو استعارہ بالکنایہ کہتے ہیں کسی چیز کی تصریح نہ کرنے کا نام کنایہ ہے۔ یعنی استعارہ بالکنایہ سے مراد مشبہ کا ذکر کرنا۔ اور مشبہ بہ کو نصب قرینہ ترآنا اور قرینہ اس جگہ **استعارۂ تخیلہ** ہے دوسرے لفظوں میں مشبہ بہ محذوف کے اثبات لوازم کو استعارہ تخیلہ کہتے ہیں۔ اور یہ تین حال سے باہر نہیں

(الف) **قوام** یا تو مشبہ بہ کا قوام ان لوازم پر منحصر ہو۔ مثلاً گویند "زبان

حالِ من بشکوہ گو یا تراست" اس جگہ حال کو ایک شخص متکلم سے تشبیہ دی گئی ہے، اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور اثبات زبان جو کہ متکلم کے لئے ضروری ہے۔ استعارہ تخیلیہ ہے۔ مثال سنائی سے

علما جملہ ہرزہ مے بافند دین بر پائے ہر کسے بافند

(اس جگہ دین کو سوت سے تشبیہ دی ہے۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے اور بافتن جو اس کے قوام میں داخل ہے استعارہ تخیلہ۔)

(ب) تکمیل جبکہ مشبہ بہ کی تکمیل اسکے خواص کے بغیر نہیں ہو سکتی ہے مثلاً گویند "پنجہ مرگ در فلاں کس فرو رفت" اس جگہ موت کو درندے سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے لئے پنجہ کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ مضبوط پکڑنے اور شکار کرنے کا اطلاق بخوبی نہیں ہو سکتا (فی الحقیقت یہ مثال بھی گذشتہ سے پیوستہ ہے)

مثال از مسعود سعود سے برُخِ کردہ ہمہ حجرہ بوستانِ ارم

بزلف کردہ ہمہ خانہ کلبہ عطار

(اس جگہ چہرہ کو گل سے اور زلف کو مشک عنبر سے تشبیہ دی گئی ہے اور مشبہ کا ذکر نہیں کیا۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے باقی لوازمات گل اور مشک کے ہیں جن کے بغیر تشبیہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتی اور یہ استعارہ تخیلہ ہے)

(ج) ابے دخل جبکہ قوام و تکمیل میں ان کا کوئی دخل نہ ہو۔ مثلاً گویند "عنانِ حکم در دست فلان کس است" اس جگہ حکم کو اسپ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اور یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور مشبہ کے لئے اثباتِ عنان جو مشبہ بہ کے لوازم غیر مقومہ میں سے ہے وہ استعارہ تخیلہ ہے۔ مثال از سنائی سے

جانت را دوزخ آشیانہ مکن خاطرت را محالِ خانہ مکن

(اس جگہ جان کو مرغ سے تشبیہ دی ہے۔ یہ استعارہ بالکنایہ ہے۔ اور اثبات آشیانہ جو کہ مشبہ بہ یعنی مرغ کے لوازم غیر مقومہ میں سے ہے استعارہ تخیلہ ہے)

قسمِ سوم۔ مجاز مرسل

مجاز مرسل۔ اس لفظ کو کہتے ہیں جو ایسے معنی میں استعمال کیا جائے۔ جو اصلی نہ ہوں یعنی وہ معنی موضوع لہ کے غیر ہوں اور معنی حقیقی اور معنی مجازی میں تعلق سوائے تشبیہ کے اور کوئی نہ ہو۔ مثلاً گویند "زید دریں کار دستے وارد" یعنی قدرت وارد" چنانچہ ان دونوں معنی میں علاقہ سبب اور مسبّب کا یا حال اور محل کا ہے۔ کیونکہ دست ظہورِ قدرت کا مسبّب یا محل ہے + مجاز مرسل چند قسموں پر منقسم کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ درج ذیل ہیں۔

(۱) (الف) تسمیۂ کل باسم جزو یعنی ذکر کل بجائے جزو مثلاً گویند "خانہ مرا فتاد"

مراد ایں کہ دیوارِ خانہ من افتاد"۔ دیوار جزو ہے خانہ کل۔ مثال از سنائی سے

عشق را بجز بود دل را کان   شرع را دیدہ بود دل را جان

(لفظ دیدہ کے معنی اس جگہ پاسباں ہیں اور اسکو مجاز مرسل کہتے ہیں)

(ب) عکس بالا۔ یعنی ذکر جزو برائے کل مثلاً گویند "چراغ بباید"

دراصل چراغ ایک جزو ہے اور قائل کی مراد اس کی ہیئت مجموعی سے ہے

جس میں چراغ و روغن و فتیلہ روشن شامل ہیں۔ مثال

مژدہ ات دل زکف آساں ببرد   دست از رستم دستان ببرد

(دست بُردن سے مراد پنجہ بردن ہے۔ اور پنجہ جزو ہے دست کا۔)

(۲) الف۔ تسمیہ مسبّب باسم سبب یعنی ذکر مسبب برائے سبب

جیسا کہ دست معنی قدرت ابتدا میں ذکر ہوا۔ یا کہیں "در آفتاب نشستم اور آفتاب بمعنی گرما

(یعنی دھوپ) ذکرِ مسبب بجائے سبب ہے۔ مثال دیگر رعینا الغیث بمعنی چرانیدم

سبزہ را۔ گرچہ غیث کے لغوی معنی باران ہیں۔ جو روئیدگی سبزہ کا سبب ہے۔

مثال از سنائی ع اے زخود گشتہ سیر جوع این است (سیری کے معنی بیزاری از غذا)

(ب) عکس بالا۔ یعنی ذکر سبب برائے مسبب مثلاً گویند "روز برآمد"

مراد آفتاب برآمد حالانکہ آفتاب مسبب ہے روز کا۔ مثال از سنائی سے

سرد و گرم زمانہ نا خوردہ — زرسی بر درِ سرا پردہ

(مراد سرد و گرم زمانہ سے انقلابِ زمانہ ہے اور انقلاب گرمی اور سردی کا موجب ہے)

(۳) (الف) ذکرِ چیزے بلحاظ زمانہ ماضی۔ مثلاً گویند "نام یتیماں بعد از بلوغ بدہید" حالانکہ بلوغ کے بعد کسی کو یتیم نہیں کہتے۔ جیسے کوئی شخص عرب کا متوطن ہند میں آکر رہایش گزیں ہو۔ اور اس کو عرب ہی کہتے رہیں یعنی حال سابقہ کا اطلاق حالتِ موجودہ پر۔ مثال از عطار ؎

حمد بے حد مر خدائے پاک را — آنکہ ایمان داد مشتِ خاک را

(آدم کو مشت خاک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حالانکہ آدم کی آفرینش سے پہلے مشتِ خاک تھی نہ بعد میں)

(ب) ذکرِ چیزے بہ لحاظ زمانہ مستقبل مثلاً شیرۂ انگور کو لفظ "خمر" سے تعبیر کریں۔ حالانکہ پہلے خمر ہوتا ہے۔ بعد میں شیرہ۔ یا جس طرح کوئی شخص کان سونے چاندی کی کھودنا شروع کرے۔ اور اگرچہ ابھی خاک ہی کھودی جا رہی ہے۔ مگر کہیں گے کہ وہ سونا چاندی نکال رہا ہے۔

(۴) الف تسمیہ شئ باسم محلش یا ذکر ظرف برائے مظروف۔ مثلاً استعمال قارورہ (کہ شیشہ است) بمعنی بول " یا کہیں کہ نہر جاری ہے یا پرنالہ جاری ہے،

حالانکہ دراصل پانی جاری ہے۔ یعنی جگہ (ظرف یا محل) کا ذکر کیا۔ اور جو چیز اس میں موجود ہے (مظروف) اس سے مراد لی۔

(ب) عکس بالا **یعنی ذکرِ مظروف برائے ظرف**۔ مثلاً گویند گلاب در حجرہ گذار بیدؔ اور مراد شیشۂ گلاب ہو۔ جو گلاب کا محل ہے یا "رحمت خدا" سے مراد جنت لیں۔ جو محلِ رحمت ہے۔ اسی طرح جب کہیں فلانے نے نشہ پیا ہے۔ اور مراد شراب ہو۔

(۵) **تسمیۂ شئی باسم آلۂ آں شئی**۔ یعنی واسطہ یا آلہ۔ کسی چیز کا ذکر کریں۔ اور مراد اس سے وہ چیز خود ہو۔ مثلاً زبان کے معنی سخن حالانکہ زبان سخن گفتن کا آلہ ہے۔

(۶) الف۔ **ذکرِ عام بجائے خاص**۔ چوں اطلاقِ ثوب بر قبا ثوب یا کپڑا عام ہے۔ قبا خاص ہے۔ مگر ثوب کا استعمال قبا کے لئے روا ہے

(ب) عکس بالا یعنی **ذکرِ خاص برائے عام**۔ مثلاً گل من ہیچ خبر از بلبل ندارد" مراد گل سے (جو خاص ہے) معشوقِ عام اور مراد بلبل سے (جو خاص ہے) عاشقِ عام (دہنر الفصاحت)

نسیم چہارم ـ کنایہ

تشریح ـ کنایہ کے لغوی معنیٰ "ترک تصریح کردن" ہیں یعنی پوشیدہ سخن کرنا یا بات کھولکر نہ کہنا ـ اور اصطلاحاً ایسے لفظ سے مراد ہے کہ اس کے لازم معنی کا ارادہ کریں اور اسی کے خواص کا ذکر کریں مجاز میں ترک ارادۂ ملزوم ملحوظ ہوتا ہے جیسے طالب علم کو "مولوی" کہا جائے ـ کیونکہ درس خواندن فضیلت کے لئے لازم ہے ـ اور فضیلت ملزوم ہے ـ پس لازم (درس خواندن) کا ذکر بلفظ مولوی بغیر ملزوم (فضیلت) کے ارادہ کرنے کے ہوگا ـ یعنی فضیلت حاصل ہو یا نہ ہو ـ مجاز نے تو اسے مولوی کا لقب دے دیا ـ الا کنایہ میں ملزوم کے اوصاف بھی جائز ہونگے ـ

مثلاً **طویل النجاد** جب ایک عظیم قد آدمی کے لئے استعمال کریں تو بند شمشیر یا پرتلہ کی لمبائی بھی مد نظر ہوگی ـ اور لمبے پرتلے کیلئے لازم ہے قد کا لمبا ہونا ـ اسی طرح **کثیر الرماد** جب ایک مہمان دوست شخص کے لئے استعمال کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے گھر میں تودہ ہائے خاکستر کی تصویر بھی کھچ جاتی ہے ـ پس جو تناسب لمدانۃً ایک چیز کو دوسری چیز سے دیا جائے اور دوسری چیز کے لوازمات بھی صادق آویں تو اسے کنایہ کہتے

ہیں۔ (جیسے کہ ابتدا میں بھی ذکر ہو چکا ہے)

۲۔ **اقسام کنایہ**۔ کنایہ کی تین قسمیں ہیں (۱) کنایہ سے مقصود صرف ذات موصوف ہو۔ (۲) کنایہ سے مقصود صرف نفس صفت ہو، نہ ذات موصوف۔ (۳) غرض کنایہ سے موصوف کے لئے اثبات صفت یا انکار صفت ہو۔

(۲) **ذات موصوف** یعنی کنایہ سے مقصود صرف ذات موصوف ہو اور یہ دو طرح آئیگا یا قریب یا بعید (الف) **قریب** وہ ہے کہ ایک صفت کا جو موصوف کے ساتھ مختص ہے۔ ذکر کریں۔ اور مقصود ذات موصوف ہو مثال از خاقانی؎ بالاتِ شجاعِ وار غوانِ تن

زیرِ تو عروسِ ارغنون زن

(اس جگہ موصوف آفتاب ہے جسکے اوپر مریخ ہے اور نیچے زہرہ)

(ب) **بعید** وہ ہے کہ چند صفت کو بہ ہیئت مجموعی کسی موصوف سے مختص کریں۔ اور ان صفات کے مجموعہ سے ذاتِ موصوف مقصود ہو۔ مثلاً انسان کو کہیں کہ ایک حیوان ہے۔ قد اس کا سیدھا اور ناخن چوڑے ہیں اب فرداً فرداً سیدھا قد انسان پر ہی موقوف نہیں۔ بن مانس یا نسناس بھی سیدھا

ہوتا ہے اور ناخن چوڑے ہاتھی کے بھی ہوتے ہیں۔ مگر ہاتھی سبد بے قد والا نہیں ہوتا۔ اور بن مانس کے چوڑے ناخن نہیں ہوتے لہذا من حیث المجموع یہ صفات انسان کی ہیں۔ مثال از مسعود سعد ؎

بخواہ آں طبع را قوت، بخواہ آں کام را لذت
بخواہ آں چشم را لالہ، بخواہ آن مغز را عنبر

(مقصود ان تمام صفات سے شراب ہے)

(۲) **نفس صفت** - اس جگہ کنایہ سے صرف صفت مطلوب ہوتی ہے ذات موصوف سے سروکار نہیں۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں قریب و بعید۔

(الف) **قریب** وہ ہے کہ لازم سے ملزوم کی طرف انتقال ذہن یا خیال بے وسایط پیدا ہو اس کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(۱) جب کہ کنایہ واضح ہو مثلاً طویل النجاد بمعنی طویل القامت۔

مثال از سنائی ؎ طینتے نے از دو مخمر تر
سلکے نے از دو مشتمر تر

(تشمیر کے معنی "دامن برکمر زدن" یعنی کمر باندھنا۔ جس سے مسافری کی مستعدی پائی جاتی ہے)

(۲) جب کہ کنایہ مخفی ہو۔ مثلاً عریض القفا بمعنی ابلہ (بموجب علم قیافہ)

مثال خاقانی ؎ عاشق بکشی بہ تیغ غمزہ

چندانکہ بدست چپ شماری

(بدست چپ شمردن علم حساب کے متعلق اصطلاح ہے جس کے بموجب اکائیاں و دہائیاں تو دائیں ہاتھ پر گنتے ہیں اور سینکڑے اور ہزار بائیں ہاتھ پر چنانچہ کنایہ بے شمار سے ہے۔

(ب) بعید۔ جب کہ لازم سے ملزوم کی طرف انتقال ذہن بذریعہ وسائط حاصل ہو مثلاً کثیر الرّماد بمعنی مہمان نواز کہ گفتہ شد)

(۳) **اثبات ونفی صفت** یعنی غرض کنایہ سے موصوف کیلئے کسی صفت کے اثبات یا کسی وصف کے انکار سے ہو۔ مثلاً کہیں "مرداں بکوشید تا جامۂ زناں نہ پوشید" مثال مختاری ؎

دامنِ ہمتِ سرفرازش گردنِ چرخ را گریباں باد

"دامن را گریبانِ آسمان کردن کنایہ اس سے ہے کہ ممدوح کی ہمت آسمان سے بھی زیادہ بلند ہو۔

۳ ـ کنایہ بلحاظ۔ تعریض۔ تلویح۔ رمز و اشارت مختلف طور پر ہے۔

(۱) **تعریض**۔ (از عرضہ بمعنی طرف) یعنی اشارہ ایک جانب سے کیا جائے اور مراد اور جانب ہو۔ مثلاً کسی شخصِ معلوم کو سمجھانا مراد ہو۔ اور کہا جائے کہ انسان وہ ہے جس میں آدمیت اور عقل ہو۔ یا طعنہ زنی کے طور کہیں اس زمانہ کے دوست آشنا کُش ہیں۔ یا کہیں جلتے امید خالی ست مثال دیگر ؎

من از بیگانگاں شکوہ ندارم
کہ با من ہر چہ کرد آں آشنا کرد

(۲) **تلویح** (اشارہ کردن از دُور) جب کہ کنایہ میں لازم سے ملزوم تک انتقالِ ذہن کیلئے بہت سے وسایل کی ضرورت ہو۔ مثلاً کثیر الرماد اس کنایہ کو کثیر الوسائط کہیں گے (مثالیں ذکر ہو چکی ہیں)

(۳) **رمز**۔ جب کنایہ کثیر الوسایط نہ ہو اور تھوڑی سی اخفا درمیان میں ہو۔ رمز کے معنی ہیں "اشارہ کردن از نزدیک بر سبیل خفا از گوشۂ ابرو یا دولب" مثلاً عریض القفا (کہ گفتہ شد)

(۴) **ایماو اشارت**۔ کنایہ کی وہ قسم ہے جس میں نہ کثرتِ وسائط اور نہ کسی قسم کا اخفا حایل ہو۔

فائدہ۔ ارباب بلاغت کو اس بات پر اتفاق ہے کہ مجاز اور کنایہ حقیقت

اور تصریح سے بلیغ تر ہے۔ مثلاً "آفتابے دیدم" بہ نسبت "معشوقے دیدم" کے زیادہ بلیغ ہے نیز استعارہ تشبیہ سے قوی تر ہے۔ کیونکہ تشبیہ میں تو مشبہ بہ مشبہ سے کامل تر ہونا چاہیئے۔ حالانکہ استعارہ میں مشبہ کا بصورت مشبہ بہ اعادہ کرتے ہیں رکما ذکرنا قبل ذالک)

~ برایں شد خاتمہ علم البیاں را
سزد توفیق رب المستعاں را

بہار دویم۔ ابر صنایع و بدایع

بعون صانع مکین و مکان

باسم خدائے زمین و زمان

اللھم ارزقنا الخوض المعانی وجنبنا عن الجھل واھدنا الصراط المستقیم بمحمد والہ الطیبین الطاہرین المعصومین۔

امابعد کلام کی دو قسمیں ہیں۔ ایک منظوم دیگر منثور۔ ان میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں۔ حسن ذاتی۔ جو امداد غیبی سے فصاحت اور متانت میں آراستہ ہو۔ اور حسن صفاتی جو علم سے تعلق رکھتا ہو اور جسکے ذریعہ صنعت و تجنیس کا استعمال کیا جاوے صنایع کے دو انواع ہیں لفظی و معنوی۔

باران اول۔ درباب صنایع معنوی

ا طباق یا **متضاد** یعنی نظم یا نثر میں چند الفاظ ایسے لائے جاویں جو ایک دوسرے سے ضد رکھتے ہوں مثلاً نیکی و بدی تاریکی اور روشنی وغیرہ۔

(۱) مثال نظامی ؎ پناہ بلندی و پستی توئی ... ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی۔

تو ہی کا سماں را برافراختی   زمیں را گذرگاہ او ساختی

(بلندی و پستی نیست و ہست۔ آسمان و زمین۔ سب صنعت طباق سے ہیں۔)

(۲) اے بہ بالا ہمچو آتش سوئے پستی ہمچو آب   خاک وصفی در درنگ و باد وصفی در شتاب

(اس شعر میں اول تو اربعہ عناصر آ گئے۔ دوئم تضاد مابین بالا و پستی و درنگ و شتاب عیاں ہے)

(۳) مال دنیا مے شود ورنے و بال صاحبش   آنچہ از خود بیشماری بر تو باشد ہوشدار

"از خود" اور "بر تو" میں طباق ظاہر ہے۔ مثالے از مختاری سے

(۴) جانِ من لبستان بوسے و ہو سہ باز دہ
تا بلب ہم جان دہ من باشی و ہم جان ستان

طباق کی کئی قسمیں ہیں۔ عام آنکہ بالا رفت۔

(۱) اسم با اسم۔ قولہ یخرج الحیّ من المیّت نیز مثال ۱ و ذکر عناصر اربعہ مثال ۲ مندرجہ بالا۔

(۲) حرف با حرف قولہ۔ لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت (نیز مثال ۳)

(۳) فعل با فعل قولہ یحیی و یمیت نیز مثال بالا ۴

(۴) صاحب تلخیص نے طباق کو ایجابی یا سلبی قرار دیا ہے۔ ایجاب اثبات میں اور سلب نفی میں۔ ہر دو کی مثال سے

پشتِ من بشکن وہاں مشکن　　خونِ من میخور وز نہار مخور

مثال ہر دو سلب ۔ نمرو آں کہ دریا وشش تو باشی

ندارد جاں کہ جلّادشش تو باشی

(نوٹ ۔ مصنف حدایق البلاغت کو اس تقسیم پر اعتراض ہے۔)

(۵) تدبیج ۔ بمعنی تزئین ۔ جب کہ مدح یا ذم کے معنی میں رنگوں کا ذکر کیا جائے اور مدعا بطریق کنایہ یا ایہام حاصل ہو۔ مثال ؎

دنداں نکنی سپید تا لب　　از تب نکنم کبود ہر دم

(دنداں سپید کردن سے کنایہ خندہ کا ہے۔ اور لب کبود کردن کنایہ شدت تپ سے ۔ یعنی تو کیوں نہیں ہنستا تاکہ میرا بخار دور ہو)

(۶) ذو معنی اسی طرح جمع کئے جائیں کہ انکو ایک دوسرے سے تقابل تضاد ہو مثال ارزقی ؎

ربود چشمِ من از لعلِ تو گہر ریزی　　گرفت زلفِ تو از کارِ من پریشانی

(۷) ایہام تضاد ۔ جب کہ دو غیر مقابل معنوں کو ایسے دو لفظوں سے تعبیر کیا جائے کہ ان کے حقیقی معنوں میں تقابل و تضاد ہو ۔ مثال سنائی ؎

ہست شائستہ گر حیت آید خشم　　طاقِ ابرو برائے جفتی چشم

طاق کے معنی اس جگہ طاقِ عمارت ہے۔ لیکن چونکہ طاق ضد جفت ہے اس لئے ان معنوں میں دونوں میں تقابل ہے۔

(۸) **مقابلہ** - جب کہ پہلے دو یا زیادہ معنوں کا جو باہم موافق ہوں۔ ذکر کیا جائے۔ اور پھر ان کے تضاد بھی لائے جائیں۔ مثال قولہ سبحانہ فلیضحکو قلیلاً و لیبکوا کثیرا۔ (پس تھوڑا ہنسو۔ اور زیادہ زاری کرو)

مثال امیر ؎ ولی از خطِ فرمانش عزیز از طالعِ فرخ
(دوست)
عدو در بندِ زندانش ذلیل از اختر واژون

(اس شعر میں ولی و عدو - خط فرمان و بندِ زنداں - عزیز و ذلیل، طالعِ فرخ و اخترِ واژون میں مسلسل تقابل عیاں ہے۔)

۲ - **مراعاۃ النظیر** (رعایتِ نظر) جسے **تناسب و توفیق** بھی کہتے ہیں مقصد یہ ہے کہ اگر عبارت یا شعر میں کسی چیز کا ذکر کرے۔ تو اس کے متعلق تمام لوازمات کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ مثلاً اگر گل کا ذکر کیا ہے تو اس کے ساتھ باغبان۔ چمن، نسیم، غنچہ وغیرہ کا لانا بھی مناسب ہے۔ مثال انوری ؎

ساقیا خیز کہ گل رشکِ رخِ حوراشد
بوستان جنت و مے کوثر و طوبیٰ مینا شد

اس صنعت سے ملحق ایہام تناسب ہے جب کہ ایک لفظ کے دو معنی ہوں ایک معنی مقصود ہوں۔ اور دوسرے معنوں کی خاطر ایسے الفاظ لائے جائیں جو اس سے تناسب رکھتے ہوں۔ مثال ارضی وانش سے

کسے در عاشقی ہم پیشہ را چوں من نمی خواہد
خورم گر آب شیرینی بیادم کوہ کن آید

(اس شعر میں آب شیریں کے معنی صاف ہیں۔ مگر "شیریں" کے ساتھ فرہاد یا کوہ کن تناسب کی خاطر لایا گیا ہے) مثال دیگر قولہ تعالیٰ الشمس والقمر بحسبان والنجم والشجر یسجدان (معنی این کہ آفتاب و ماہ بحساب مقرر می روند و گیاہ و درخت سجدہ می کنند) نجم کے یہاں معنی ستارہ نہیں ہیں مگر شمس و قمر کے ساتھ اسے مناسبت ہے۔ اور اسی کو ایہام تناسب کہتے ہیں۔

۴۔ **مشاکلہ** وہ ہے کہ دو چیزیں ایک جگہ ذکر کریں۔ اور جن لفظوں سے پہلی چیز کو تعبیر کیا ہے۔ انہیں لفظوں میں دوسری چیز کو بھی ظاہر کریں تاکہ قرب صحبت سے تاکید یا مزید اہتمام رونما ہو۔ مثال قولہ تعالیٰ جزاء سیئۃ سیئۃ ومکروا ومکر اللہ (معنی این کہ جزائے بدی بدی است۔ و مکر کردند خدا ایشان را عذاب کرد)

مثال دیگراںؒ خیرؐاً فخیرٌ ورانؒ شرٌ افشرٌ۔ مثال صائب ؎

لبِ سوال سزاوارِ بخیہ بیشتر است

عبث بخرقہ خود بخیہ میزند درویش

خموشی کو بخیۂ لب سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ بخیہ بخرقہ لایا گیا ہے جو اس سے مشاکلت رکھتا ہے۔

فائدہ۔ امداد حافظہ کے لئے اگر یہ کہا جائے کہ مشاکلت سے مراد ہم شکل الفاظ کا استعمال کرنا ہے۔ اور معنوں کو وضاحت سے ظاہر کرنا تو صنعت ذہن نشین رہے گی۔

۴۔ مزاوجت۔ دو چیزوں کے ملانے کو کہتے ہیں۔ اور مراد شرط وجزا کا ایک محل پر اکٹھا کرنا ہے۔ مثال ؎

چوں مرا بینی شود لطفت مبدّل باعتاب

چوں ترا بینم شود صبرم بدل با اضطراب

۵۔ ارصاد یا تسہیم۔ لغوی معنی نگہباں نشاندن در راہ مراد یہ ہے کہ اول مصرعہ میں ایسا لفظ لادیں جس سے معلوم ہو سکے کہ مصرعہ ثانی کے اخیر میں کونسا لفظ ہوگا۔ مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ نظم کا قافیہ معلوم ہو۔ اکثر مشاعرو

میں قافیہ معلوم ہو جانے کے بعد جب شاعر پہلا مصرعہ پڑھتا ہے تو جو الفاظ اس میں استعمال کئے جاتے ہیں ان سے ناظرین اکثر مصرعہ ثانی کے قافیہ کا اندازہ کر لیتے ہیں۔ اور شاعر کے ساتھ ہم آواز ہوتے ہیں۔ پس ایسے الفاظ کے استعمال کو جو مصرعہ ثانی کے آخیر کی خبر دے رہے ہوں ارصاد کہہ سکتے ہیں۔

مثال خسرو ؎ **سرو پیادہ خوش بود اندر چمن ولیک**

آں سرو من پیادہ خوش است و سوار خوش (پیادہ و سوار)

حدائق البلاغت میں کلام باری سے ایک مثال دی گئی ہے۔ جو جلد سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اور ایک بیت کمال اسمٰعیل کا ہے۔ **وھو ھذا** ؎

چوں آستاں مقیم شود بخت بر درش

ہر کو چو بخت روئے بریں آستاں نہاد (ملاحظہ ہو آستان)

۶۔ عکس یا تبدیل یا مقلوب مستوی۔ اس طرح پر ہے کہ پہلے ایک جزو کلام یا فقرہ یا مصرعہ کام میں لائیں پھر انہیں الفاظ کو الٹ کر استعمال کریں تاکہ مقدم موخر اور موخر مقدم ہو جائے۔ مثال قولہ تعالیٰ یخرج الحیّ من المیّت ویخرج المیّت من الحیّ۔ مثال حافظ ؎

ذوقِ جہاں ندارد بے دوست زندگانی بے دوست زندگانی ذوقِ جہاں ندارد

۷۔ **رجوع** وہ صنعت ہے کہ شاعر کلامِ اول کو باطل کر کے دوسرے کی طرف رجوع کرے۔ اور کلام دویم سے مراد نکتہ یا ترقی ہو۔ مثال انوری ؎

آسمانے نے کہ ثابت رائے نبود آسمان
آفتابے نے کہ زاید نور نبود آفتاب

یعنی ممدوح چیزے بہتر از آسمان و آفتاب است۔

۸۔ **ایہام یا توریہ**۔ لغوی معنی ایہام کے ہیں "در گمان افگندن" اور توریہ کے معنی "جدا کردن" ۔ اور مراد ایسے لفظ کے استعمال سے ہے جسکے دو معنی ہوں۔ ایک قریب دیگر بعید۔ اور سامع کا خیال بعض حالتوں میں قریب کی طرف راجع ہوتا ہے۔ بعض اوقات بعید کی طرف حالانکہ شاعر کا مقصد اس پہلو کے برعکس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے ایہام کی دو قسمیں قرار دی گئی ہیں۔

اول۔ **ایہام مرشح** جب کہ مناسبت معنی قریب سے معلوم ہوتی ہے حالانکہ مدعا معنی بعید کی طرف ہے۔ مثال اشرف ؎

دل عکسِ رخِ خوب تو در آبِ رواں دید
واله شد و فریاد برآورد کہ ماہی

ماہی کے معنی قریب اس جگہ دریا کی مچھلی ہے۔ اور آب رواں کے ساتھ مناسبت رکھتی ہے۔ مگر شاعر کی مراد اس جگہ معنی بعید یعنی ماہ یعنی قمر عبارت معشوق سے ہے۔ تیسرے معنی ماھی عربی یہ ہیں کہ یہ کیا چیز ہے۔ مثال دیگر ے

ماہم ایں ہفتہ شد از شہر بچشم سالے ست

حالِ ہجراں تو چہ دانی کہ چہ مشکل حالے ست

ہفتہ و سال کے ساتھ "ماہ" کے معنی مہینہ خیال میں جلد آئیں گے۔ مگر شاعر کا مقصد معنی بعید یعنی معشوق سے ہے۔ اس قسم کو ایہام تناسب بھی کہتے ہیں جس کا ذکر طباق کے تحت میں ہو چکا ہے۔

دوم۔ ایہام مجرّد۔ جب کہ مقصود صرف معنی بعید سے ہو اور اسی کے سب ملائمات اسی کے مطابق ہوں۔ معنی قریب سے کچھ مناسبت نہ ہو۔

مثال ے بخردہ تواں آتش افروختن

پس آنگہ درختِ کہن سوختن

خردہ کے معنی بعید اس جگہ انگر ہے۔ اور اسی کے خاطر آتش و افروختن و سوختن استعمال کئے گئے ہیں۔

۹۔ استخدام۔ لغوی معنی "خدمت خواستن" مراد ایسے لفظ سے ہے

جسکے دو معنی ہوں۔ ایک کا ارادہ کیا جاوے۔ اور پھر ضمیر اس کی طرف راجع کر کے معنیٔ ثانی کے ملائمات لائے جائیں۔ مثال ؎

تا بہ بزم خویش بار را دادہ است آں سرو بار

از نہالِ قامتش آں را شدیم امیدوار

بار کے معنی حضوری میں باریاب ہونا ہے۔ اور مصرعہ اول میں اسی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ بار کے دوسرے معنی ثمر ہیں اس لئے مصرعہ ثانی میں اس بار کی طرف ضمیر "آں را" راجع کر کے لوازماتِ ثمر یعنی نہال اور امیدوار کا استعمال کیا گیا ہے اسی کو استخدام کہتے ہیں۔ عوام اسے **ذومعنین** کہتے ہیں ایا چہار گلزار میں اس صنعت کا ذکر نہیں ہے۔

۱۰۔ **لف ونشر** "بستن وکشادن" اس طرح پر ہے کہ پہلے چند چیزیں مجملاً جمع کی جاویں۔ بعد ازاں چند اور چیزیں تفصیل والے آویں جو اول ذکر سے تعلق رکھتی ہوں اور نسبت ہر ایک کی باہمد گر ذہنِ سامع پر چھوڑ دی جاوے۔ اس صنعت کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **مرتب** ۔ یعنی جب تفصیل بہ ترتیب اجمال ہو۔ مثال فردوسی طوسی

یلاں را سر و سینہ و پا و دست ۱ ۲ ۳ ۴ بریدو درید و شکست و بہ بست ۱ ۲ ۳ ۴

مثال دیگر مسعود سعد ؎

جان و دل ولی و عدو نور و زہر شب
از وعدہ و وعید تو پر نور و نار ہا

(۲) برعکس یعنی تفصیل برعکس ترتیب اجمال ہو۔ مثال ؎

آن دہن و زلف و قد مستقیم راست بجویم ۔ الف و لام و میم

(اس جگہ الف کا تعلق قد سے لام کا زلف سے اور میم کا دہن سے ہے۔)

(۳) غیر مرتب۔ یعنی جب کہ کوئی خاص ترتیب نہ دی جاوے بلکہ ذہن سامع پر چھوڑ دیا جاوے کہ وہ مناسب اطلاق کرے۔ مثال ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ ز من شمع ز من گل ز من آموخت

(پروانہ کا تعلق سوختن سے ہے شمع کا افروختن سے گل کا جامہ دریدن سے ہے)

۱۱۔ جمع ۔ تفریق ۔ تقسیم ۔ اور یہ اس طرح پر ہیں۔

(۱) جمع (تنہا) ۔ ایسی صنعت کو کہتے ہیں جس میں کئی چیزوں کو ایک حکم کے تحت میں جمع کریں۔ مثال قولہ سبحانہ المال والبنون زینت الحیوٰۃ الدنیا ۔ مثال عبدا

شد در و لم آسماں ہمہ امروز بیکبار   دا آورست دو نیک و بد و بخشش و کرم او

مثال قمری ہے   آسماں بر تو عاشق است چو ما

لاجرم ہمچو ماش نیست قرار

(یہاں شاعر اپنے آپ کو اور آسمان کو بے قراری کے حکم کے تحت میں جمع کرتا ہے آسمان بذاتہ گردش کناں ہے۔ پس وہ بیقرار ہے۔ اور وہ ضرور شاعر کے معشوق پر عاشق ہوگا) یہ بھی ایک قسم کی صنعت جمع ہے۔

(۲) **تفریق** (تنہا) ایک طرح کی دو چیزوں میں فرق کے ظاہر کرنیکے لیے یہ صنعت لائی گئی ہے۔ مثال ہے

زیں چکد آب و زاں ببارد خون

مژۂ من کجا و کجا ابر بہار

(چشم اور ابر میں خاصیت برسنے کی یکساں ہے۔ مگر فرق ملاحظہ ہو۔ آب و خون

(۳) **تقسیم** (تنہا) اس طرح پر ہے کہ پہلے کئی چیزیں ذکر کریں۔ ذو اجزاء اور پھر جو شے ان کے ساتھ نسبت رکھتی ہو اسکا ذکر کریں بطریق تعین

اس صنعت میں اور لف و نشر میں یہی فرق ہے کہ لف و نشر میں ذکر منسوبات کا بطریق تعین نہیں ہوتا۔ اور یہاں بطریق تعین لکھتے ہیں۔

مثال خاقانی ؎

دستیکہ گرفتی سرآں زلف چو شست   پائیکہ رہِ وصل نوشتی پیوست
زاں دست کنوں در گلِ غم دارم پائے   زاں پائے کنوں بر سرِ دل دارم دست (دنور دیدی)

(ب) صدر میں ذکر چند اشیائے ذو اجزا کا کیا گیا ہے۔ مگر ایک چیز بھی ذو اجزا ہوسکتی ہے۔ مثال اسکی یہ ہے۔ ؎

پئے دیوارِ قصرِ رشکِ حور   خشت از آفتاب و گچ از نور

یعنی دیوار ایک چیز ہے جس کے اجزا خشت اور گچ ہیں نور ہر دو میں مشترک ہے

(ج) ایک قسم تقسیم کی یہ بھی ہے کہ کسی چیز کے مختلف احوال کا ذکر کریں۔ اور پھر ہر حال کے مطابق تعریف مثلاً دست او در بخشش و سنان او در کوشش

(د) دیگر قسم ہے کہ کسی شے کی تمام قسموں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جاوے مثال ؎

پیوستہ دشمناں توزیں گونہ مستمند   یا کشتہ یا گریختہ یا بستہ در حصار

(۴) **جمع با تفریق** یعنی پہلے چند چیزوں کو جمع کریں پھر فرق جتلاویں مثال ؎

من و تو ما ئیم اے شیخ (جمع)   تو بمحراب و من بروے یار (تفریق)

مثال بہار گلزار ؎ جائے خصمت چو جائے تست رفیع (جمع)
آن تو تخت و آن خصمت دار (تفریق)

(۵) جمع با تقسیم۔ وہ ہے کہ اول چند چیز کو جمع کریں۔ اور پھر ان میں سے ہر ایک کو کسی چیز سے منسوب کریں۔ مثال قطعہ (انوری) ؎

حرصِ ثنا و عشقِ جمالِ مبارکت
گرد رقوائے نامیہ پیدا کند اثر } جمع

آں در زبانِ سوسنِ خامش نہد کلام   دیں در طباقِ دیدۂ نرگس وہد بصر (تقسیم)

یعنی پہلے تو حرص ثنا اور عشق و جمال کو اثر پیدا کرنے میں جمع کیا گیا ہے اور پھر ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ چیز سے منسوب کر دیا ہے۔

(۶) جمع با تفریق و تقسیم۔ یعنی پہلے چند چیز کو جمع کر کے تفریق کی جاوے اور پھر ان کی جدا جدا تقسیم کیا جاوے۔ مثال قطعہ (جامی)

ہمچو چشمم تو اشک سست بیش (جمع)

ایں باب آں بر لولوئے شہوار (تفریق)

آب ایں تیرہ آب آں روشن   ایں گہ گریہ۔ آں گہ گفتار (تقسیم)

۱۲- تجرید یہ صنعت اس طرح پر ہے۔ کہ ایک شے ذی صفت سے ایک اور شے مانند اس کے اسی صفت سے موصوف کریں۔ اور مدعا مبالغہ ہو گویا پہلی چیز میں وہ چیز ایسی کامل ہے کہ اس سے ایک اور شے باہمہ صفت حاصل ہو

سکتی ہے۔ مثال سے

نظیری را بہ حبس بردم امروز و غلط کردم
مرا رسوائے عالم ساخت چشم گریہ آلودش

(شاعر نے گویا اس شعر میں ایک اور شخص نظیری کا ذکر کیا ہے اور اس کے گریہ وزاری کے سبب اپنے آپ کو رسوائے عالم خیال کیا ہے۔ گویا ایک اور ذی صفت شئے کا ذکر کر کے احسن طریق میں اپنی ہی گریہ و رسوائی کا حال ظاہر کر دیا ہے۔)

۱۳۔ مبالغہ مقبول۔ اسکو کہتے ہیں کہ کسی چیز کے وصف کو شدت یا ضعف میں اس حد تک پہنچایا جاوے کہ وہاں تک پہنچنا بعید ہو یا محال یعنی توصیف کمال درجہ کی جائے۔ کہ باقی کوئی حد نہ رہے۔

اس قسم کے مبالغے کی تین قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(الف) **تبلیغ**۔ یہ ہے کہ وہ حد کمال ہر دو از روئے عقل و از وصف عادت ممکن ہو۔ مثال اسدی سے

چناں دارم ایں بار را ہور و شب
کہ با جاں بود گر بر آید ز لب

یعنی تادمِ زیست یہ راز افشا نہیں کیا جائیگا۔ مثال انوری ؎

بودیم بر کنارِ ز تیمارِ روزگار
تا داشت روزگار ترا در کنارِ ما

یعنی جب تک زمانے نے معشوق کو ہمارے پہلو میں جگہ دی غمِ روزگار نزدیک بھی نہ پھٹکا۔ (بندش الفاظ بھی ملاحظہ ہو)

(ب) **اغراق** وہ ہے جب کہ ادعائے وصف از روئے عقل ممکن اِلّا از روئے عادت محال ہو۔ مثال عرفی ؎

مارا بکامِ خویش بدید و دلش بسوخت
دشمن کہ ہیچ گاہ مبادا بکامِ ما

یعنی ہم اس قدر ناکامیاب ہو چکے ہیں کہ ہم پر دشمن کا دل بھی جلتا ہے یعنی افسوس کرتا ہے۔ جو امر متعارف نہیں۔ اور برخلافِ عادت ہے۔ مگر نزدِ عقل ممکن

(ج) **غلو**۔ جب کہ وہ کمال کی حد ہو از روئے عقل و عادت ممتنع ہو۔

مثال نظامی ؎ ز سمِ ستوراں دراں پہن دشت
زمیں شش شد و آسماں گشت ہشت (ناممکن)

مثال آصفی ؎ ز موجِ خیز سرشکم میسر ست ہموں را کہ ساخت منزلِ فرہاد جائے مجنوں را

ہاموں یعنی بیاباں۔ اور وہ جائے مجنوں ہے۔ منزل فرہاد پہاڑ ہے یعنی میں بیاباں
میں اس قدر رویا کہ جب وہ پانی سے بھر گیا تو مجنوں بھی پہاڑ پر جا چڑھا۔ (عبید از عقل)

۱۴ (الف) **مذہبِ کلامی**۔ مراد ایسے کلام سے ہے۔ خواہ شعر یا نثر جو دلیل
اور برہان پر مشتمل ہو یعنی اس سے بطور دلیل کے نتیجہ مطلوب حاصل ہو
مثال قولہ سبحانہ۔ لوکان فیھما الھتہ الا اللہ لفسدتا یعنی اگر زمین و آسمان
میں بہت سے خدا ہوتے تو ارض و سما میں فساد برپا ہوتا مگر چونکہ فساد
نہیں ہوا۔ لہٰذا خدا ایک ہے۔ مثال دیگر انوری ؎

منافع رساں در زمین دیر ماند
بس است ایں یک آیت دلیلِ دوامت

یعنی ہر ایک منفعت رساں باقی اور پائدار رہتا ہے۔ چونکہ تو بھی فیض رساں ہے
نتیجہ یہ ہے کہ تیرا نام باقی اور پائیدار رہے گا۔

(ب) **مذہبِ فقہی**۔ اگر کوئی کلام تمثیل یعنی فقہا کے قیاس پر مبنی ہو
تو اس صنعت کو مذہب فقہی کہتے ہیں مثلاً گویند ہرچہ مائع است مطہر باشد و
سرکہ مائع است پس سرکہ مطہر باشد۔ مثال (ابو الفرح) ؎

گفتم کہ زخروی دلِ من نیست پدید اندوہِ بزرگِ تو چگونہ در گنجید

گفتا کہ بدیدہ ز دلت باید نگریست
خورد است نہ و بزرگہا بتواں دید

(یعنی دل کے ذریعہ آنکھ سے دیکھنا چاہیے) غرض اس صنعت سے منطقی مباحثہ کا کلام میں وارد کرنا ہے جس کے ذریعہ دلیل کی حقیقت اور دلیل سے نتیجہ اخذ کرنے کی وجوہات نکال سکیں مثالوں کی زیادہ ضرورت نہیں۔

(چہار گلزار میں یہ صنعت درج نہیں ہے)

۵ ۔حسن التعلیل اسکو کہتے ہیں کہ کسی وصف کیلئے کسی چیز کو علت ٹھہرا دیں۔ یعنی صنعت کا سبب حسن کلام سے ظاہر کیا جاوے جو علت یا سبب درحقیقت نہ ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ اول ثابت یعنی علت فی نفسہ عیاں ہے۔ اور مدعا علت کا اثبات ہے۔ دویم غیر ثابت جب کہ مدعا علت کے بیان سے وصف کو ثابت کرنا ہو۔ ان دونو اقسام کی دو دو قسمیں ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

(۱) ثابت (الف) جب کہ وصف ثابت ہو۔ اور علت ذکر کردہ کے سوا اور کوئی علت ظاہر نہ ہو۔ مثال خاقانی سے

تاچشم تو ریخت خونِ عشاق   زلف تو گرفت رنگِ ماتم

(ب) جبکہ وصف اور سبب ظاہر ہوں مگر شاعر اور ہی سبب بنائے مثال

درو داعِ شب ہمانا خون گریست　　　　رُوتے خوں آلود زاں بنمود صبح

(سرخیٔ صبح کا سبب یہ ہے کہ اس نے شب کی روانگی پر گریہ کیا ہے)

مثالِ دیگر عنصری　　زبہر آنکہ ہمیگرید ابر بے سببے

ہمیں بخندد بر ابر لالہ وگلزار

باریدنِ ابر ایک وصف ثابت ہے اس کے وجوہات بھی علم طبعی کی رو سے ظاہر ہیں۔ لالہ وگلزار کا شگفتہ ہونا بھی بوجہ روئیدگی ونشوونما معلوم ہے مگر شاعر کہتا ہے کہ چونکہ ابر بے سبب گریہ کرتا ہے اس لئے لالہ وگلزار اس پر خندہ زن ہیں۔ (ایک خود پیدا کردہ سبب)

نوٹ - حدایق البلاغت میں جو امثال قسم اول کی تحت میں ہیں وہ قسم دوم کے نیچے آنی چاہئیں سو ہمیں طور عکس آں۔ لہذا اس جگہ ترتیب بدل دی گئی ہے۔

(۲) **غیر ثابت**۔ (الف) یہ کہ وصف ثابت نہ ہو مگر موجود ہونا اس وصف کا ممکن ہو۔

نوٹ - حدایق البلاغت میں اس قسم کی مثال فارسی میں کوئی نہیں

ایک عربی شعر دیا گیا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ "اے سخن چین تیری بدی میرے لئے نیکی ہو گئی۔ کیونکہ تیرے خوف سے میں نے گریہ وزاری ترک کر دی"۔ بدی کا نیکی میں متبدل ہونا ایک وصف غیر ثابت ہے۔ مگر ممکنات سے باہر نہیں۔ جس طرح کہتے ہیں ع

خدایا شرّ برانگیزی کہ در آں خیرِ ما باشد

(ب) یہ کہ وصف بھی ثابت نہ ہو اور اس کا موجود ہونا بھی محال ہو

مثال امیر خسرو

بجانۂ تو بود روز بامداد بود
کہ آفتاب نیارد شدن بلند آنجا

یعنی اگر روز تیرے گھر میں جلوہ افروز ہو تو تمام دن صبح ہی صبح رہے گی (امر غیر ثابت و ممتنع) کیونکہ وہاں آفتاب بلند ہی نہیں ہو گا۔ (امر ناممکن) قاعدہ ہے کہ آفتاب جوں جوں بلند ہوتا جاتا ہے۔ روز روشن تر ہوتا ہے لیکن تیرے گھر میں تو جس طرح صبح کے وقت آفتاب رونما ہوا ویسے کا ویسا ہی رہے گا۔ کیونکہ وہ تیرا گھر چھوڑ کر کہیں جانے کا ہی نہیں۔

۱۶۔ تاکید المدح بما یشبہ الذم یعنی تعریف ومدح کی تاکید کرنا ایسے لفظوں میں کہ وہ مشابہت ہجو سے رکھتے ہوں۔ یعنی ظاہراً مدح سے انکار

معلوم ہو۔ مگر درحقیقت مقصود تاکید ہو۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) **صورت استثنا**۔ یعنی کسی کی تعریف میں کہا جاوے کہ سوائے فلانے امر کے ممدوح کے اوصاف ظاہر ہیں۔ اور جس امر کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ اس سے خود تاکید تعریف ہو۔ مثال مختاری ؎

گرش شمائل چوں بحرِ شعر موزون است
چراست بحرِ کفش را عطائے ناموزوں

عطائے ناموزوں گویا اوصاف کے درمیان عیب ٹھہرا گو درحقیقت کمال سخاوت کی تعریف ہے۔ مثال دیگر وطواط ؎

ترا پیشہ عدل ست لیکن چرا
کند دستِ تو بر خزائن ستم؟

یعنی تو عادل تو ہے۔ مگر خزانوں پر ظلم کرتا ہے مراد خزانے لٹا دیتا ہے۔ جو غایت تعریف ہے۔

(ب) **صورت انکار**۔ یعنی بادی النظر میں معلوم ہو کہ مدح کر کے اس سے گریز کیا ہے۔ مگر درحقیقت مزید مدحت مقصود ہو۔ مثال قمری ؎

ہمہ بہ فرِ تو نازند دوستاں لیکن   بہ بنظیری تو دشمناں کنند اقرار

۱۷۔ **تاکید الذم بما یشبہ المدح**۔ یعنی ہجو یا مذمت کی تاکید ایسے لفظوں میں کی جائے جو مدح سے مشابہت رکھتے ہوں۔ مثال مختاری ؎

ہمیشہ خصم تو در سایۂ ہما باشد
زبسکہ بر سرش از بہر استخواں آید

مثال دیگر کلیم ؎ طاعتِ ما ہم بسوئے آسمانہا میرود
روزِ محشر چوں بعصیاں ہم ترازو میشود

فائدہ۔ استدراک۔ اسی ضمن میں صنعت استدراک کا ذکر کرنا ناموزوں نہ ہوگا اور وہ یہ ہے کہ مصرعہ اول سے تو ہجو معلوم ہو۔ مگر مصرعہ ثانی کی ایزادی سے مدح بن جائے بعض اسی کو **قبیح و ملیح** بھی کہتے ہیں ملاحظہ ہوں عام مشہور اشعار

تو خوش خفتہ بودی و من کردہ ام دعاو ثنائے بوقتِ سحر
مرا دادہ دیگراں را بدہ کلاہ و قبا و کمر بند و زر

بعض اس صنعت کو مدح بذم کے تحت میں شمار کرتے ہیں مگر قبیح و ملیح نام موزوں تر معلوم ہوتا ہے۔

۱۸۔ **استتباع**۔ وہ ہے کہ کسی شخص کی اس طرح مدح کریں کہ اس مدح سے ایک اور مدح حاصل ہو جائے مثال مسعود سعد ؎

بختِ تو چو نامِ تو سعادت　　　روزِ تو چو روئے تو منور

یعنی بخت اور روز کی تعریف کرتے ہوئے نام اور رخ کی تعریف بھی ہوگئی

مثال انوریؔ۔ اے زیزداں زاہد ملکِ سلیماں یافتہ　　ہرچہ جستہ جز نظیر از فضلِ یزداں یافتہ

فائدہ۔ چہار گلزار میں موجّہ یا دو رویہ کی تعریف اس سے ملتی جلتی ہے

یعنی ایک صفت کی اس طرح پر تعریف کرنا کہ دوسری صفت بھی بیسر ہو۔ مثال وطواطؔ

آں کند تیغِ تو بجانِ عدو　　کہ کند جودِ تو بکانِ گہر

۱۹۔ ادماج وہ ہے کہ کلام میں ایک مدعا ضامن دوسرے مدعا کا ہو

یعنی ایک کلام سے دو معنی حاصل ہوں۔ استتباع مختص بمدح ہے ادماج

عام ہے خواہ موضوع مدح ہو۔ یا غیر مدح۔ ایہام اور ادماج میں فرق یہ ہے کہ ایہام

میں کوئی ایسا لفظ ہوتا ہے جسکے دو یا بیشتر معنی ہوں لیکن ادماج میں

مجموع کلام دو معنوں کا فائدہ دیتا ہے۔ مثال مولوی جامیؔ

خواہم از دل برکشم پیکانِ تو

لیک از دل برنمے آید مرا

یعنی پیکان تو دل سے کھینچ کر نکالنا چاہتا ہوں لیکن نہیں نکل سکتا۔ دوسرے

معنی یہ ہیں کہ میرا دل ہی نہیں چاہتا کہ اسے نکالا جائے۔ مثال نظیریؔ

مبادا عالمے را جاں برآید گرہ از زلفِ خود فہمیدہ بکشا

یعنی زلف کو سنبھل کر کھول۔ ممکن ہے جان ہی جان آجاوے۔ دیگر ایسا نہ ہو جان سے ہی اہل دل ہاتھ دھو بیٹھیں۔ مثال از امیر خسرو ؎

زبانِ یارِ من ترکی و من ترکی نمی دانم چہ خوش بودے اگر بودے زبانش در دہانِ من

۲۰۔ **توجیہ**۔ حدائق البلاغت کے مطابق دوسرا نام اس کا **محتمل الضدین** ہے بموجب چہار گلزار محتمل الضدین کو **ذی جہتین** بھی کہتے ہیں اور مراد ایسے کلام سے ہے جس سے ہر دو مدح و ذم کا احتمال ہو یعنی ایک معنی میں مدح ہو دوسرے میں لفظوں کی ترکیب بدل دینے سے مذمت ہو۔

مثال چہار گلزار۔ **رباعی**

موجود باقبالِ تو معدوم شود وز سایۂ مہرِ تو ہما بوم شود

آباد ز کردارِ تو گردد ویراں مسرور ز دیدارِ تو مغموم شود

یعنی تیرے اقبال سے معدوم بھی موجود ہو جاتا ہے۔ (مدح) یا موجود بھی معدوم ہو جائیگا (ذم) الخ کذالک

۲۱۔ **الہذل الذی یراد بہ الجد** یعنی تمسخر انگیز بات کرنا جس سے اصل مرادِ نصیحت ہو۔ مثال ؎

با قحبۂ دنیا مکنید آمیزش
از آتشکِ جہنم اندیشہ کنید

قحبہ سے مراد شاہد بازاری جس سے مباشرت کا نتیجہ دنیا میں آتشک اور آخرت میں جہنم ہے اخلاقی نصیحت بالفاظِ بازاری عیاں ہے

۲۲- **تجاہل عارف**۔ کے لغوی معنی "دانستہ نادان شدن" اور اصطلاح میں ایسی صنعت کو کہتے ہیں کہ شاعر دانستہ نادان بن کر سوال کرے یا لاعلمی ظاہر کرے۔ سکاکی نے اس کا نام سوق المعلوم مساق غیرہ رکھا ہے۔

مثال شاپور۔ نمیدانم تو خواہی بود یا گردوں چنیں دانم
کہ دامنگیر گردد خونِ من تا مہربانی را

اس تجاہل سے مراد معشوق کی بیداد و ستم کا مبالغہ مقصود ہے۔

مثال دیگر ؎ خوش آں کہ شب گشتی و بروز آئی بر سرم
کہ آہ! ایں چہ کس است ہ و کہ کشتہ است ایں را؟

مثال دیگر وطواط ؎

زمین است ایں ندانم یا سپہر است سپہر است ایں ندانم یا زمین است

۲۳- **قول بالموجب**۔ وہ ہے کہ غیر کو گوئندہ کا کلام بنا کر جو الفاظ اسکے

کلام میں واقع ہوتے۔ ان کے برخلاف مرادِ قابل تصور کریں۔ مثلاً میگویند یاراں که دلہائے ما صاف وشستہ اند۔ بر تحقیق که راست گفتند لیکن از محبتِ من صاف وشستہ اند یعنی فی الواقع یاراں محبت ندارند۔ مثال انوری ؎

دوستی گوئی نه از دل مے کنم
راست مے گوئی که از جاں میکنم

۲۴- اطراد۔ وہ صنعت ہے کہ کلام میں ممدوح کا نام مع اس کے آباو اجداد کے ناموں کے بالترتیب ذکر کیا جائے۔ مثال ؎

الکریم۔ ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم
یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم

مثال دیگر قدسی ؎ اسمائے اہل بیت۔

بہارِ گلشنِ دینِ محمدِ عربی   ضیائے چشم علی نورِ دیدۂ زہراؑ
بہارِ خرمیٔ خاطرِ حسینؑ و حسنؑ   سُرورِ سینۂ زین العبا دشمع ہدیٰ (الخ)

۲۵- تعجب جب کہ شاعر بیت میں اظہار تعجب کرے کسی غرض سے یا فائدہ سے مثال از چہار گلزار ؎

نیستی دیوانہ بر آتش چرا غلطی ہمے   نیسی پروانہ گردِ شمع چوں جولاں کنی

مثال در منقبت امیر علیہ السلام ؎

بندۂ یا خدائے بے چونی　　ماندہ ام محو در حقیقت کار

بندۂ و ایں عجائب قدرت　　بشر و ایں غرائب آثار

تعجب کا فائدہ اس جگہ مدح میں مبالغہ کرنے سے ہے۔

۲۶۔ **اعتراض یا حشو**۔ یعنی ایک کلام ختم ہونے سے پیشتر درمیان میں کوئی اور ذکر کر دیں۔ عام اصطلاح میں جسے جملہ معترضہ کہتے ہیں۔ اس صنعت کو **اعتراض الکلام** بھی کہتے ہیں اس کی تین قسمیں ہیں

(الف) **حشو قبیح** وہ ہے کہ شاعر یا دبیر ایک مصرعہ میں یا ایک فقرہ میں دو لفظ جو متحد المعنی ہوں لے آئے حالانکہ اس تکرار کے بغیر معنی صاف ہوں۔ مثال کمال ؎

از بسکہ بار منت تو بر تنم نشست

در زیر منت تو نہاں است و مستتر

نہاں اور مستتر (دستر انداختہ) کے ایک ہی معنی ہیں۔ تکرار ۔ ب ۔ ۔

دیگر ؎ گرمے نہ رسم بخدمت معذورم　　زیرا کہ رمد چشم و صداع سرم است

(ب) **حشو متوسط** وہ ہے کہ اس کا لانا یا نہ لانا یکساں ہو یعنی

قباحت اس میں کوئی نہیں مثال ع رودئے ترا کہ یوسف مصری غلام اوست۔
مثال دیگر ع از ہجر روئے تو اے دل ربائے سیمیں تن (آخری حصے میں حشو متوسط)

(ج) **حشو ملیح** ۔جس کے لانے سے زیبائش بیت اور حسن معنی زیادہ ہوں مثال انوری سے

گر بخندم رواں پس از عمر بیست) گوید زہر خند
ور بگریم رواں بہر روز بیست) گوید خوں گری

یعنی اگرچہ زمانہ دراز کے بعد ہنستا ہوں تو بھی کہتا ہے۔(زہر خند) اور باوجود اس کے کہ ہر روز گریہ کرتا ہوں۔کہتا ہے "خون گریہ کن"، پس حشو سے بیرحمی معشوق زیادہ ہوئی۔ اور کلام کو بھی زینت ملی۔

فائدہ حدایق البلاغت کے مطابق صنائع معنوی اس جگہ اختتام پر پہنچ پیا بارے چہار گلزار میں بہت سی اور صنعتیں بھی صنائع معنوی کے بیان میں درج ہیں لہذا چند ایک درج ذیل کی جاتی ہیں۔

(۱) لزوم مالا یلزم ۔ اس کا ذکر صنائع لفظی میں آئیگا۔

(۲) **تضمن المزدوج** یعنی ہم معنی الفاظ کا زیادہ کرنا جو مقفی بھی ہوں۔
مثلاً (نثر) فلاں سیرتِ گزیدہ و عادتِ پسندیدہ دارد۔ و فلاں بخدمتگاری

حضرت معروف۔ وطاعت واری دولت موصوف

(۳) حسن المطلع۔ یعنی شاعر پہلے بیت کو آراستہ پیراستہ کرے اور فال نیک سے ابتدا کرے۔ مثال ابوالفرح سے

ترتیب ملک و قاعدۂ دین و رسم داد
عبدالحمید احمد عبدالصمد نہاد

(۴) حسن التخلص۔ وہ ہے کہ شاعر پہلے کسی اور موضوع سے آغاز کرے۔ اور پھر سلاستِ الفاظ و نفاستِ معنی کو مدنظر رکھتے ہوئے ممدوح کی مدح کی طرف عود کرے۔

(۵) حسن المقطع جب کہ شاعر نظم کے آخری دو بیت کو لفظ فصیح و معنی بدیع سے ختم کرے۔

(۶) حسن الطلب۔ وہ ہے کہ شاعر ممدوح سے کسی لطیف اور فصیح طریقہ میں کوئی چیز طلب کرے۔ مثال سے

ادب بگیر و فصاحت بگیر و شعر بگیر
کہ من غریبم و نوئی شنہ غریب نواز

(۷) تنسیق الصفات۔ اس کا ذکر صنایع لفظی میں آئیگا۔

(۸) **متلون** ۔ شرح صدر

(۹) ارسال **المثل** ۔ یعنی شاعر بیت میں کوئی مثل لے آوے
مثال سعدی سے شہر بند ہوائے نفس مباش
سگ شہر استخوان شکار کند

(۱۰) ارسال **المثلین** ۔ جب کہ شاعر ایک بیت میں دو امثال
داخل کرے۔ مثال وطواط سے
لولو چہ قدر دارد اندر میانِ بحر
گوہر چہ قیمت آرد اندر ضمیر کان

(۱۱) **سوال و جواب** ۔ معنی صاف ہیں۔ مثال معزی سے
گفتم کہ مارا بوسہ دہ اے ماہِ مہربان
گفتا کہ ماہ بوسہ کرا در جہان دہد

مثال دیگر حافظ سے دلدار گفتا کیستی؟ گفتم دعاگوئے شما
عزم کجا داری بگو؟ گفتم سر کوئے شما

(۱۲) **مسجع** ۔ سجع کا ذکر صنایع لفظی میں آئے گا۔

(۱۳) **مقطع** ۔ یعنی ایسا شعر جس کا ہر ایک حرف علیحدہ علیحدہ لکھا جائے

(صنائع لفظی میں یہ صفت موزوں تر ہوگی۔) مثال وطواط ؎

زار وزردم ز دردِ آں دلدار

دردِ دل دار زر و دار د و زار

(۱۴) **معمّا**۔ ایسے کلام موزوں کو کہتے ہیں جو کہ کئی ایک حرفی دلیلوں اور لفظی اشاروں سے کسی خاص اسم پر دلالت کرے۔ مثال جامی

؎ بتقلیب و بتردیف و بہ تجنیس

ز روئے یار خواہم ضدِ شرقی

اس کا حل حسب ذیل ہے۔ ضد شرقی۔ غربی۔ عربی (تجنیس خطی)، ربیع (مقلوب)۔ بہار (معنی)۔ نہار (تجنیس خطی) یوم (معنی)، مو (مقلوب) شعر (بزبان عربی) عرش (مقلوب) خانہ (معنی)، دار (بزبان عربی) راد (مقلوب) زاد (تجنیس خطی) توشہ (معنی) بوسہ (تجنیس خطی)۔ پس از یار بوسہ میخواہم

(۱۵) **لغز** یعنی چیستاں (پہیلی)، مثال قطعہ ؎

چہ چیز است آنچہ باشد گرد و غلطاں

دو نام زندہ دار دلیک بیجاں

ترا گر باشد کہ ایں معنی نہ فہمد   ز گربہ کمتر بود آں مرد ناداں

(حل خربزہ)

(۱۶) **تضمین**۔ کسی شاعر کے مشہور مصرعہ یا بیت کے ساتھ اپنے اشعار بر موقعہ ساتھ ملانے کو کہتے ہیں۔ مثال ؎

اے دلِ غمدیدہ از ایامِ ہجراں غم مخور
شادماں خواہی شد از دیدارِ جاناں غم مخور
گرچہ یعقوب است بود صد داغ برجاں غم مخور
یوسفِ گم گشتہ باز آید بکنعاں غم مخور کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور
(مطلع حافظ)

(۱۷) **تفسیر**۔ اس طرح پر ہے کہ شاعر ایک یا زیادہ بیت میں چند الفاظ مبہم کہے جو تفسیر کے محتاج ہوں۔ اور پھر انہی الفاظ کو مصرع یا بیت دیگر میں تقسیم کر کے خود تشریح کر دے۔ مثال عنصری ؎

یا بہ بندد یا کشاید یا ستاند یا دہد
تا جہاں باقی بود مر شاہ را این یادگار
آنچہ بستاند ولایت آنچہ بدہد خواستہ آنچہ بندد پائے دشمن آنچہ بکشاید حصار

(۱۸) **کلام جامع**۔ از قسم شکایت روزگار یا چیزے دیگر۔

مثال ؎

زبس سپیدئ کیں روزگار با من کرد
سیاہ عارض من رنگ روزگار گرفت

سوار عہد جوانی نشتاب کرد و برفت　　زگردِ مرکب او عارضم غبار گرفت

(۱۹) **تشبیب**۔ وہ ہے کہ معشوق کے حسن کی صفت اور اپنے حال کی خستگی عشق کی زبان میں ادا کرے۔ اس کو **غزل** بھی کہتے ہیں جو مشہور ہے۔

(۲۰) **ترجیع**۔ لغوی معنی "آواز در حلق گردانیدن" اور ارباب صناع کی اصطلاح میں اس طرح پر ہے کہ شاعر دو تین اپنے بیت ایک قافیہ کے باندھے اور ان کے درمیان تمثیل یا کسی اور خوبی کی وجہ سے کوئی بیگانہ بیت بھی داخل کر دے۔ جو کہ شاعر کے شعروں کے ہم وزن و ہم قافیہ ہو۔

بارانِ دوئم - درباب صنایعِ لفظی

شائقین بلاغت پر مخفی نہ رہے۔ کہ مراعات معنی کو لفظ پر مقدم رکھنا چاہئے۔ نہ کہ صنایع لفظی کے تابع۔ اما بعد صنایع کی قسمیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ **صنعت تجنیس** - یا جناس بین اللفظین۔ یعنی دو لفظ تلفظ میں مشابہ ہوں مگر معنی میں مختلف۔ اس صنعت کی کئی قسمیں ہیں۔ جن کا ذکر تفصیل وار درج ذیل ہے۔

(الف) **تجنیس تام** - یہ ہے کہ دو لفظ متفق ہوں۔ نوع یا عدد میں ہیئت یا ترتیب یا مکتوب و تلفظ میں۔ مگر معنی مختلف ہوں۔ اگر وہ دونوں لفظ ایک نوع سے ہوں۔ یعنی دونوں اسم ہوں۔ یا دونوں فعل یا دونوں حرف اسکو **تجنیس مماثل** کہتے ہیں۔ مثلاً آہنگ کے معنی ایک جگہ آواز ہوں۔ دوسری جگہ قصد۔ یا ساعۃ کے معنی ایک مقام پر قیامت کے ہوں اور دیگر ساعتِ نجومی۔ مثال و طواط ؎

اے چراغِ ہمہ بتانِ خطا　　دُور بودن زِ روئے تست خطا

خطا اول نام ہے۔ دوسرا بمعنی غلط۔ مثال دیگر ؎

یک بوسہ ہرگزم لب سیمیں بُرے نداد

گویا نہالِ عاشقیٔ ما بَرے نداد

مثالِ صدر ہیں سیمیں بر بمعنی سیمیں بدن۔ دوسرے بَر کے معنی ثمر۔ اس کو نام منفصل کہتے ہیں۔ یعنی یکساں الفاظ دُور دُور ہیں۔ اما متصل وہ ہے جب کہ ایک جنس کے الفاظ ساتھ ساتھ ہوں۔ مثال رودکی ؎

بیا غزل سرا اے غزل سرائے بدیع

بگیر چنگ بچنگ اندرو غزل بسرا

(ب) **تجنیس مستوفی**۔ جب کہ دو لفظ متجانس دو مختلف نوع سے ہوں۔ یعنی ایک اسم و ایک فعل۔ مثال سعدی ؎

اگر یک سرِ موئے برتر پرم

فروغِ تجلّی بسوزد پرم

پرم اول فعل ہے۔ پرم دویم اسم۔ معنی صاف ہیں۔

(ج) **تجنیس مرکب یا جناس ترکیب**۔ اس طرح پر ہے کہ دو متجانس لفظوں میں سے ایک مفرد ہو اور دوسرا مرکب۔ مثلاً بازار

وبازآر- اول اسم مفرد ہے۔ دوئم فعل مرکب - اس صنعت کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(۱) **مرکب متشابہ**- جب کہ دونوں لفظ کتابت وتلفظ میں متفق ہوں۔ مثال اسدی ؎

بدریا سبو زد دلِ خیزران
جو زد بر سمند سبک خیزران

خیزران اول درخت بید کو کہتے ہیں۔ جس سے گھوڑوں کے چابک بنتے ہیں۔ دوسرے مصرع میں سمند سبک خیزراں کے معنی تیز رفتار اسپ باقی معنی صاف ہیں۔ خیزران اول اسم مفرد ہے مصرع ثانی میں حرف تجنیس لفظی ہے اسی کو مرکب متشابہ کہتے ہیں۔ مثال دیگر

شمس الدین فقیر ؎ فریاد ز شمع من کہ در آتش عشق
پروانہ صفت سوزم و پروانہ کند

مصرعہ ثانی میں پروانہ اول اسم مفرد ہے۔ پروانہ دویم بذاتہ کچھ نہیں صرف کتابت کی متشابہت ہے۔ خود کلمہ مرکب ہے بمعنی پروانمی کند

فائدہ- حدایق البلاغت میں ایک صنعت کا نام تجنیس مزدوج رکھا گیا ہے

جس کی تعریف یہ ہے کہ ایک کلمہ دوسرے کلمہ کے جزسے مل کر بنے
اس کی مثال یہی شعر بالا سمجھ لیجئے۔ اس طرح کہ پرو ا ایک کلمہ ہے نکند
دوسرا اسکی نہ کے ملانے سے پروانہ اول کے ساتھ متجانست پیدا ہوتی ہے

(۲) **مرکب مفروق**۔ وہ ہے کہ دو لفظوں میں ظاہری تشابہت ہو۔ مگر کتابت و تلفظ میں مختلف ہوں۔ مثال ؎

سرو بالائے کہ دارد بر سر سبز آفتاب
آفتِ دلہا ست و اندر دیدہا زاں آفت آب

آفتاب جو پہلے مصرعہ میں ہے وہ بمعنی خورشید معشوق کا رخِ روشن ہے جو کہ اہل دل کے واسطے باعث آفت ہے۔ اور اس آفت سے عاشقوں کی چشمان پر آب ہیں۔ کتابت میں بھی آفت علیحدہ لکھا گیا اور آب علیحدہ۔ اور تلفظ میں بھی آفت اور آب کو جدا جدا پڑھنا پڑیگا جو لفظی خوبی بردیں عیاں ہے اسی کو تجنیس مرکب مفروق کہتے ہیں۔

(د) **تجنیس محرف**۔ جب کہ دو متجانس لفظ حروف کی ہیئت میں مختلف ہوں۔ مگر نوع عدد اور ترتیب میں متفق ہوں۔ یعنی کتابت میں متفق ہوں۔ مگر حرکت اور معنی میں مختلف ہوں مثلاً

عِلم وعَلَم۔ مِہر ومُہر۔ رَست ورُست۔ رَفت ورُفت۔ جست وجُست۔

(محرف غالباً اس لئے کہتے ہیں کہ دو لفظوں کو ہیئت میں ایک دوسرے سے انحراف ہے) مثال فغانی سے

ازکوئے تو چوں باد برآشفتم ورفتم
گردے زدلِ مدعیاں رُفتم ورَفتم

فائدہ۔ چہار گلزار میں امثال مندرجہ بالا تجنیس ناقص کے تحت میں دی ہوئی ہیں۔ مگر غالباً وہ درست نہیں تجنیس زاید وناقص کا ذکر بعد میں آئے گا۔ الّا اسجگہ جاننا چاہئے کہ تجنیس محرف کی بھی دو قسمیں ہیں

(۱) **منفصل**۔ یعنی جب کہ الفاظ متجانس ایک دوسرے سے فاصلہ پر واقع ہوں۔ مثال اشرف سے

صبح دم نالۂ قُمری شنو از طرف چمن
تا فراموش کنی محنت دَورِ قَمری

مصرعہ اول میں نالۂ قُمری (پرند) دوم میں دور قَمری (گردش قمر)

(۲) **متصل**۔ جب کہ الفاظ مذکور ایک دوسرے کے متصل ہوں۔ مثال سے

ساقیا در ماں ندارد خشک ریشِ روزگار

بادہ در دہ تا فرو ریزم بروے درد دُرد

ریش بمعنی زخم۔ درد بمعنی کلفت۔ دُرد بمعنی بادہ۔ دَرد و دُرد ساتھ ساتھ ہیں

(ھ) تجنیس ناقص و زاید۔ وہ ہے کہ دو الفاظ ہم جنس ہیں ایک حرف کم ہو یا زیادہ۔ کم حرف والے کو ناقص۔ زائد حرف والے کو زاید کہتے ہیں۔

(۱) حرف اول زاید مثلاً کوہ و شکوہ۔ حال و محال۔ مال و جمال سلمان سے

باشکوہ کوہِ حکمت ابرِ گریاں بر جبال

باوجودِ جودِ دستت برق خنداں بر سحاب

(۲) حرف درمیانی زاید۔ مثلاً برق و بیرق۔ مثال خاقانی سے

صبح زمشرق چوں کرد بیرقِ نور آشکار

خندہ زد اندر ہوا بیرقِ او برق وار

بیرق بمعنی علم و نشانِ فوج۔ بیرق کا درمیانی حرف ی برق سے زاید ہے

(۳) حرفِ آخر میں زیادتی۔ مثلاً آئین و آئینہ۔ قاہر۔ قاہرہ

مثال طالب آملی سے

فراست در طریقتِ ما کینہ داشتن

آئینِ ماست سینہ چو آئینہ داشتن

(۴) تجنیس مذیل - جب کہ اخیر میں دو حرف زاید ہوں مثلاً

درمغ و درمغان -

(۵) تجنیس مضارع - جب کہ الفاظ متجانس نوع حروف میں مختلف ہوں - مگر قریب المخرج ہوں - مثال جامی ؎

جامی از ترہات بستہ زبان

سخن از طرّہات مے گوید

ترہات بمعنی سخنہائے بیہودہ آمیز - طرّہات جمع طرّہ کی بمعنی زلف اس مثال میں قریب المخرج حروف تؔ وطؔ کلمہ کے اول میں ہیں آلا اخیر میں بھی ہو سکتے ہیں - مثلاً ع

راہ بیزند مطرب راح میدہد ساقی

(۶) تجنیس لاحق - جب کہ الفاظ نوع حروف میں مختلف ہوں اور مخرج بھی مختلف ہوں - یہ حروف بھی کلمہ کے اول - وسط - یا اخیر میں واقع ہو سکتے ہیں -

(۱) حرف اول میں فرق - ع

عرشِ تو تاج بادو فرشِ تو کاہ

(۲) درمیانی حروف میں فرق مثلاً بازار و بیزار۔ دادار و دیدار

مثال خاقانی سے درروئے من ز غمزہ ہا کماں نہاں کشیدہ

بر جانِ من ز طرّہ ہا کمینہا کشادہ

(۳) اخیر حرف میں فرق۔ مثلاً بار و باد۔ شراب و شرار۔ نہار و نہاد۔ مثال سے بزم دوزخ چو خصمت آرائد

دل کبابش شود شراب شرار

(ح) **تجنیس قلب یا مقلوب**۔ لغوی معنٰے "گردانیدن" اس طرح پر ہے کہ دو لفظ متجانس ترتیب حروف میں مختلف ہوں۔ ور ایک کے الٹانے یا بدلنے سے دوسرا بن جائے

اس کی قسمیں حسب ذیل ہیں۔

(۱) **قلب کل**۔ جب کہ کلمہ حروف با ترتیب الٹ دیے جائیں مثلاً رام و مار۔ کاخ و خاک۔ زور و روز۔ گنج و جنگ۔ ایسے الفاظ ایک ہی مصرعہ میں آسکتے ہیں مثلاً ع رام او و نمی گردد ایں مار، یا بیت کے دو مصرع میں واقع ہوں۔ مثال جامی سے

دلا تا کے دریں کاخ مجازی کنی مانند طفلاں خاکبازی

(۲) **قلب مجنح**۔ (از جناح بمعنی بازو) یعنی الفاظ متجانس ایسے ایک مصرعہ اول کے شروع میں ہو۔ اور دوسرا مصرعہ ثانی کے اخیر میں گویا دو بازوؤں کی طرح یہ الفاظ بیت کے کناروں پر ہوں بمثال احمدی سندلی سے

رام گردد نگارِ من با من
نبود ہمرہش اگر آں مار

(۳) **قلب بعض**۔ وہ ہے کہ ایک لفظ کا کوئی حرف بلا ترتیب بدلنے سے دوسرا لفظ متجانس بن جائے مثلاً گناہ و نگاہ۔ پسر و سپر علم و عمل۔ عورا تنا و روعاتنا۔ یعنی حروف کی تقدیم و تاخیر سے صنعت حاصل ہوتی ہے۔

(۴) **قلب مستوی**۔ اس طرح پر ہے کہ نظم یا نثر میں چند الفاظ مرکب واقع ہوں۔ اسطرح کہ جزو دویم کو الٹا پڑھا جاوے۔ تو وہی جزو اول حاصل ہو مثلاً شخصے از شخصے سوال کرد کہ "مرادے دارم" جواب داد "برآئی یارب" مثال امیر خسرو سے

شکر بتر از دست وزارت برکش
شو ہمرۂ بلبل بلب ہر مہوش

وزارت برکش کا مقلوب شکر بترازو ۔ بلب ہر مہوش کا مقلوب شو
ہمرہ بلبل دلام مشترک،

(ط) تجنیس مکرر و مزدوج ۔ وہ ہے کہ دو لفظ متجانس ایک دوسرے کے پہلو میں یا قریب قریب واقع ہوں۔ مثلاً زار و نزار۔ مار و بیمار۔ مثال وطواط ؎

افتاد مرا بادلِ مکّارِ تو کار
افگند دریں ولم دو گلنارِ تو نار

من ماندہ خجل پیش گلزارِ تو زار   بااین ہمہ در دو چشم خونخوار تو خوا

(ی) تجنیس خط ۔ وہ ہے کہ دو لفظ کتابت میں ہم شکل ہوں معنی مختلف مثلاً ۔ رحم و زخم ۔ زور و روز ۔ شک و سگ ۔ چنگ و جنگ ۔ مشکین و مسکیں ۔ تاخت ۔ باخت ۔ خواب جواب ۔ بوم و یوم ۔ مثال سعدی ؎

خلق او زیر ایں سرا پردہ
زخمہا خوردہ رحمہا دیدہ

(ل) اشتقاق ۔ یہ بھی تجنیس سے ملحق ہے ۔ اور اس طرح

پر ہے۔ کہ دو ایسے لفظ کلام میں جمع کئے جاویں۔ جو ایک مصدر سے نکلے ہوں۔ مثلاً گوئیدہ و گوید از گفتن، روندہ و رفتن از رفتن، مقرب و قرب از قرب، مثال سے

بقتلم آمد آں دلدار، نے از بیم جاں ترسم
کہ طفل است و چو بیند کشتہ ام ترسد ازاں ترسم

(ل) مشبہ اشتقاق۔ وہ ہے کہ دو نوں لفظ ایک دوسرے سے مشابہ ہوں مگر دونوں کا مادہ علیحدہ ہو۔ جیسے دید اور داد، شام اور شوم۔ مثال عنصری سے

گر بترسی ز تافتِ دوزخ
از رہ طاعتِ خدائے متاب

مندرجہ بالا ۱۲۔ انواع پر بیان تجنیس ختم ہوا۔ اور یہ پہلی قسم صنعت لفظی کی ہے۔ اب ملاحظہ ہو صنعت دویم۔

۲۔ صنعت ردّ العجز علی الصدر۔ پہلے جاننا چاہیئے کہ بیت کے مصرعہ اول کے جزو اول کو صدر کہتے ہیں آخر کو عروض۔
〃 〃 ثانی 〃 〃 ابتدا 〃 〃 〃 〃 ضرب یا عجز

دونوں مصرعوں کے درمیانی جزو کو حشو کہتے ہیں (حشو کے اصلی معنی تکیہ میں روئی بھرنا ہیں)

صدر است و عروض و ابتدا آنگہ ضرب
ہر چیز یکہ درمیانہ باشد حشو است

تشریح ے نگہ دار مار از راہ خطا — خطا در گذارد تو ابہ نما
صدر (حشو) عروض — ابتدا (حشو) ضرب یا عجز

یعنی صدر (حشو) عروض ابتدا (حشو) ضرب یا عجز۔ اجزائے شعر ہیں
اس صنعت کے اقسام ذیل ہیں۔

(الف) صدر رد عجز۔ یہ کہ صدر میں جو لفظ مذکور ہو۔ اس کا اعادہ عجز میں کیا جائے اسکی پھر تین قسمیں ہیں۔

(۱) بطریق تکرار۔ مثال وطواط ے

شمار غم او ندانم از آنکہ — بروں شد غم او ز حد شمار
خمار است در سر مرا بے شراب — در اندوہ آں نرگس پر خمار

مثال مندرجہ بالا قسم میں بعینہ وہی لفظ صدر اور عجز میں استعمال ہوا۔ شمار بیت اول میں اور خمار بیت دوم میں اور دونو جگہ معنی ایک ہیں

گویا بعینہ اسی لفظ کا تکرار کیا گیا ہے۔

(۲) بطریق تجنیس۔ مثال وطواط ؎

نگارست رخسارۂ من بخوں   زہجران رخسارۂ آں نگار

نگار اول کے معنی رنگین۔ دوم کے معنی معشوق۔ ما بین تجنیس تام یا مماثل واقع ہے۔

(۳) یہ کہ دونوں لفظوں کے درمیان رشتہ استقاق ہو یعنی ایسے الفاظ ہوں جو مشتق ہوں۔ ایک ہی مصدر سے۔ مثال ؎

بکوششش گشت قدر ہر یکے در پیش یار افزوں

من مسکیں زبوں تر مے شوم ہر چند میکوشم

(ب) حشو اول و عجز۔ یہ کہ جو لفظ مصرعہ اول کے حشو میں واقع ہو وہ عجز میں بھی واقع ہو۔ یا بطریق تکرار۔ یا بطریق تجنیس یا برشتہ اشتقاق جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

(۱) بطریق تکرار۔ مثال امیر خسرو ؎

خسرو است و شب افسانہ دیار دو ہر جا

قدرے گریدو پس بر سر افسانہ رود

(۲) بطریق تجنیس۔ مثال ؎

یوسفِ ماست بہ بازار کنوں جلوہ فروش | زاہد از گوشۂ خلوت دل خود را بازآر

بازار و بازآر کے درمیان تجنیس مرکب ہے۔ مثال از وطواط ؎

کرمی بدہ دادِ من از فلک | چو مرداں ترا ہر چہ بائیست داد

(۳) بر رشتۂ اشتقاق۔ مثال ؎

زبانِ بستہ را دستے ست درکار | دہانِ نکتہ گیراں را بہ بندد

لفظ بستہ و بندد ایک ہی مادہ سے مشتق ہیں۔

(ج) **عروض و عجز**۔ جب کہ جو لفظ عروض میں واقع ہو وہ بموجب ہر سہ انواع مندرجہ بالا عجز میں لایا جاوے۔ مثال بطریق تجنیس ؎

در عاشقی و دلبری اے دلبرِ شیریں

من رنجہ چو فرہادم و تو طرفہ چو شیریں

(د) **ابتداء و عجز**۔ یعنی جو لفظ مصرعہ ثانی کے ابتدا میں لایا جائے وہ مطابق ہر سہ انواع مندرجہ بالا عجز میں واقع ہو۔ بعض اوقات مصرعہ اول میں بھی یہ صنعت لاتے ہیں۔ مثال بطریق تجنیس ؎

دلی از ہوائے تو بسرم اگرچہ رنج دلی | سر از وفائے تو نہ پیچم اگرچہ دردِ سری

(ھ) **عروض و ابتدا** - یعنی جو لفظ عروض میں واقع ہو وہ ابتدا میں بھی آوے - مثال سعدی؎

نگہدار مارا از راہ خطا خطا درگذار و ثوابم نما

۲۴- **صنعت لزوم ما یلزم** - یعنی داشتن چیزیکہ لازم نباشد اسی کو **اعنات** (بمعنی چیزے سخت افگندن) بھی کہتے ہیں - اس صنعت کا تعلق قافیہ سے ہے - اور مراد ایسی چیز کے لازم کرنے سے ہے - جو فی الحقیقت بموجب قاعدہ عام لازم نہ ہو - اس کی کئی قسمیں ہیں -

(الف) **تکرار حرف معین** - یہ کہ قافیہ میں حرف روی یعنی حرف اخیر سے پہلے کسی حرف معین کی تکرار کریں - مثلاً افسر میں سؔ کو تعین کردیں - رؔ حرف روی ہے - اور اس کا قافیہ - برتر - کمتر - ازبر - بھی ہو سکتا ہے - لیکن حرف سؔ کو معین کردیں - تو افسر کا قافیہ ہمسر یا برتسر کی طرح لانا پڑے گا - یا اسی طرح لفظ کامل میں لؔ حرف روی ہے منزل - دل - ساحل - بشکل - درست ہیں - لیکن مؔ کو معین کردیا جائے تو کامل کے قافیہ کے لئے عامل - شامل - جیسے الفاظ تمام - م - ل - سے لائے جائیں گے - مثال قولہ سبحانہ فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْھَرْ - وَاَمَّا

السَّائِلُ فَلَا تَنْهَرْ ۔ اس میں حرف ہائے کو حرف روی یعنی ر سے پہلے معین کر دیا گیا ہے ۔ گو عام طور پر تقہر کا قافیہ تسخر بھی درست ہوگا ۔

مثال دیگر ؎ بر قلع آں عمامے چو مہ زلف شب آسا

سبحانَ قدیرِ اجعل اللیل لباسا

اس بیت میں س کو التزام کیا گیا ہے ۔ ورنہ پیدا ۔ تنہا وغیرہ کا بھی قافیہ درست ہیں ۔

(ب) **حذفِ حرف** یعنی کلام میں حروف تہجی میں سے کسی حرف کا حذف کرنا لازم کر لیا جائے ۔ مثال ؎

خورشید سپہر سروری ختم رسل　　　در مسلک عقل رہبر جزو کل

(یہ مثال چنداں صاف نہیں)

(ج) **ذکرِ چیز معین** ۔ جب کہ شاعر کسی خاص چیز کا ذکر کرنا مقرر کرے مثلاً ایک مصرعہ میں سر موئے کا ذکر کیا ہے ۔ تو ہر مصرعہ میں سر موئی کا اعادہ کیا جائے ۔ جیسا کہ کمال اسمٰعیل نے اس طرح قصید کہا ہے ۔ کاتبی نیشاپوری نے ہر مصرعہ میں لفظ شتر و حجرہ کو لازم کر لیا، مخبر نے لفظ سایہ کو التزام دیا ہے ۔ مثال ؎

چوں سایہ بہ نیستم نہ ہستم بے تو
وز سایۂ خویش گستم بے تو
تا سایۂ وصل برگرفتی ز سرم   چوں سایہ بخاک بر نشستم بے تو

حکیم خاقانی چند ابیات میں یہ لازم کرلیا۔ کہ ہر بیت میں چار چیزوں کا ذکر آوے۔ مثال ؎

جمع آمدہ بہرِ خدمت و پاس
ادریسؔ و مسیحؔ و خضرؔ و الیاسؔ
بستہ کمر آں چوں حلقہ۔ قدخم   کیخسروؔ و سامؔ و زالؔ و رستمؔ۔

(د) صنایع ذیل بھی لزوم مالایلزم کے قبیل سے ہیں۔

(۱) منقوط۔ ایسا کلام جس میں تمام الفاظ کے حروف معجمہ یا نقطہ دار ہوں۔ مثال ؎

بخشش فیض بہ بینی زین جشن   جنبش غیظ نہ بینی زین جشن

(۲) غیر منقوط۔ جس میں تمام الفاظ کے حروف مہملہ یا بے نقطہ ہوں مثال ؎ کلِ مردم گرو راہِ دلدل اہوار او
مہر و مہ رامر ہمک ہموارہ دار و سرمہ سا

(۳) رقطا۔ ایسا کلام جس میں ترتیب وار ایک حرف منقوط اور ایک غیر منقوط ہو۔ مثال ؎

زلفِ سیہ تو جانِ من دزدیدے
اے دزد ندیدیم چوں تو جاں دزدے

(۴) خیفا۔ جب کہ ایک کلمہ تمام منقوط اور دوسرا تمام غیر منقوط ہو مثال ؎

علم بینش دہد ببیں ول را
روح جنبش دہد ببیں گل را

(۵) مقطع وموصل۔ یہ بھی صنعت لزوم مالایلزم کی قبیل سے ہیں۔ مقطع وہ ہے کہ سارے حرف لکھنے میں علیحدہ علیحدہ ہوں۔ مثال جامی ؎ رُخِ زرد دارم زدوریٔ آں در
زدہ داغ ور دم درونِ دل آذر

موصل وہ ہے کہ سارے حرف لکھنے میں باہم پیوستہ ہو۔ الفاظ ۲ حرفہ ۳ حرفہ۔ چہار حرفہ۔ پنج حرفہ تک مثالوں میں آئے ہیں۔ مثالِ دو حرفہ جامی ؎ چو من کاست گوئی شبِ فرقتِ تو
مہ نو کہ باشد بدین گونہ لاغر

۴۔ صنعت سجع۔ سکاکی کا قول ہے۔ کہ سجع نثر میں ایسا ہے جیسا قافیہ شعر میں۔ بارے سجع نظم میں بھی آتا ہے۔

سجع کی تین قسمیں ہیں۔ مطرف۔ متوازی۔ و موازنہ۔

(الف) سجع مطرف۔ وہ ہے۔ کہ آخر کلمہ میں دو لفظ ایسے ہوں جو روی میں متفق ہوں۔ گو وزن و عدد حروف میں مختلف مثلاً فلاں را کرم بسیار است و ہنر بے شمار۔ مثال سنائیؒ ؎

شیر یزداں چو بر کشادے چنگ   روئے ہاموں شدے چو پشتِ پلنگ

(ب) سجع متوازی۔ کہ اس میں دو لفظ زیادہ نظم میں یا نثر میں لائے جاویں کہ وزن و تعدادِ حروف روی میں متفق ہوں مثلاً گوئے باختہ و اسپ تاختہ۔ مثال سنائی ؎

خیبر از تیغ او خراب شدہ   سرِ آتش ہمہ سراب شدہ

(ج) سجع موازنہ یا متوازن۔ اکثر نظم میں آتا ہے۔ اور اس شعر کو موازنہ کہتے ہیں جس میں بیت کے اول سے اخیر تک جملہ الفاظ وزن و عدد میں متفق ہوں۔ مگر حرف روی میں مختلف مثال ؎

شاہے کہ رخشِ او را نصرت بود دلیل   شاہے کہ تیغِ او را دولت بود نشاں

ترصیع۔ سجع متوازن کی ایک قسم ہے۔ جب کہ جملہ الفاظ علاوہ وزن اور عدد میں متفق ہونے کے روی میں بھی برابر ہوں یعنی ہم قافیہ ہوں۔ لغوی معنی ترصیع کے ہیں۔ نشانیدن جواہر بچیزے وسخن را نجش کردن۔ اس قسم کے شعر کو مرصع کہتے ہیں۔ مثال وطواط ؎

اے منوّر بہ تو نجوم جلال ۔ وے مقرّر بہ تو رسوم کمال

۵۔ **ذوقافیتین** وہ ہے کہ نظم کو برابر دو قافیوں سے منظوم کیا جائے۔ مثال سنائی ؎

عقل و فرماں کشیدنی باشد

عشق و ایماں چشیدنی باشد

مثال وطواط ؎ اے از مکارم تو شدہ درجہاں خبر

افگندہ از سیاست تو آسماں سپر

ذوقافیتین مع الحاجب۔ وہ ہے کہ ردیف دو قافیوں کے درمیان واقع ہو۔ مثال ؎

اے شاہ زمین بر آسماں داری تخت ۔ سُست است عدو تا تو کماں داری سخت

داری ہر ردیف ہے۔ آسمان تخت و کمان سخت ذوقافیتین ہیں

۶۔ **متلوّن**۔ مراد ایسی نظم سے ہے۔ جو کہ دو یا زیادہ بحروں میں پڑھی جا سکے۔ مثال دو بحر ؎

اے بتِ سنگیں دل و سیمیں لقا   اے لبِ تو رحمت و غمزہ بلا

اگر مصرعہ اول میں اضافت تائے بُت و واو عطفے جو درمیان دل و سیمیں حائل ہے۔ اور ہمیں طور مصرعہ ثانی کی اضافت و واو کو آشکارہ پڑھا جائے۔ تو بیت مذکور بحر رمل مسدس محذوف میں ہوگا۔ تقطیع یوں ہوگی ؎

اے بتے سنگ | ای دل و سی | می لقا

فاعلاتن | فاعلاتن | فاعلن

اے لب تو | رحمت و غم | زہ بلا

بارے اگر اضافت واو مذکور کو مخفف کر کے پڑھیں تو بیت بحر سریع مسدس مطوی کمسوف میں پڑھا جائیگا۔ تقطیع یوں ہوگی

اے بت سگ | ای دل سی | اے لقا

مفتعلن | مفتعلن | فاعلن

مثال سہ بحر از سلیمان ؎

لب تو حامئ لُولُو خطِ تو مرکزِ لالہ
شب تو حاملِ کوکب مہ تو بارقِ ہالہ

اوّل رمل مثمن مخبون۔ دوم ہزج مثمن سالم۔ سوم مجتث مثمن مخبون۔

۷۔ صنعت تلمیح۔ اسطرح پر ہے کہ کلام میں کسی واقعہ مشہور کی طرف اشارہ کیا جاتے۔ کہ کتب مستعملہ کے روئے سے یا ارباب صنعت کے نزدیک آشنا ہو۔ مثال خاقانی ؎

ہر کہ نظارہ تو شد دست بریدہ بیشود
یوسفِ عہدی و جہان نیم بہائے وے تو

یوسف وزلیخا کا قصہ مشہور عالم ہے۔ واقعہ معلومہ کے بعد زلیخا نے زنان مصر کی دعوت کی۔ اور طعام کے بعد جب میوے چنے گئے اور ہر ایک کے ہاتھ میں چھری تھی۔ جس سے میوے کاٹ رہی تھیں۔ حضرت یوسف کو بلایا گیا تمام ناظرات دیکھکر ششدر رہ گئیں۔ حتیٰ کہ میوہ کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ بیٹھیں۔ دوسرے مصرعہ میں بہا یعنی قیمت کا لفظ بھی یوسف ع سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ حضرت یوسف کنعان کے بازار میں بکے تھے۔ اور عزیز مصر نے

ان کو خریدا تھا۔ خریداروں میں ایک عورت ضعیفہ بھی آئی تھی۔ جو سوت کی انٹی سے خریدنا چاہتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ یوسف بازار کہلائے یہاں ممدوح کی تعریف میں علاوہ واقعہ وست بریدن کے یہ خصوصیت ہے۔ کہ سارا جہاں ان کی نصف قیمت ہے۔ مثال دیگر از وی آتی ہے

گر جہاں استی کہ بودی یوسفِ زرانِ دل
شوقِ من امشب خریدارِ کہن خواہد شدن

۸۔ سیاق الاعداد۔ اس طرح پر ہے کہ کلام میں اعداد باترتیب یا بے ترتیب مذکور کریں۔ اگر باترتیب ہوں تو اسے مرتب کہتے ہیں اگر بلاترتیب ہوں تو صنعت غیر مرتب کہلائے گی۔ الا غیر مرتب قابل تحسین نہیں مثال مرتب ہے

یگانہ کہ دو کون و سہ روح و چہار طبل
چو پنج حس و شش ارکان ستا بعد اورا

اگر زہفت زمیں سوئے ہشت خلد آید   زنہ سپہرہ بہ ذہ گون حبر دہند اورا

مثال دیگر از خاقانی ہے

یکی تو شد از سہ حرف شش چار اصل و پنج شعبہ   شش روز و ہفت اختر نہ قصر ہشت منظر

۹۔ تنسیق الصفات ۔ اس طرح پر ہے کہ ایک موصوف کے لیئے کئی اوصاف پے در پے جمع کریں۔ مثلاً در نثر گویند۔ کہ فلاں راست گفتار و نیکوکردار و پسندیدہ اطوار است۔ مثال قولہ تعالےٰ۔

ھو اللہ الذی لا الٰہ الا ھو ۔ الملک القدوس السلام المومن المھیمن العزیز الجبار المتکبر (سورہ الحشر)

مثال از عنصری ؎

شاہ گیتی خسرو لشکر کش و لشکر شکن　　سایۂ یزداں شہ کشور دہ و کشورستاں

۱۰۔ توشیح ۔ وہ ہے کہ شعر کے ہر مصرعہ یا ہر بیت کے حرف اول کو جمع کریں تو اس سے کوئی عبارت یا نام حاصل ہو۔ ایسے ابیات کو موشح کہتے ہیں۔ مثال از وطواط ؎

معشوق دلم بہ تیر اندوہ بخست
حیران شدم و کسی نمی گیرد دست
مسکیں تن من ز پائے محنت شدہ پست　　دست غم دوست پشت من بسکہ شکست

اس رباعی کے ہر مصرعہ کے پہلے حرف با ترتیب اکٹھے کریں۔ تو نام محمد حاصل ہوتا ہے۔

۱۱۔ **مُردّف** ۔ وہ ہے کہ پہلے دو لفظ ہم قافیہ ہوں ۔ اور باقی تمام مصرعہ ردیف ہو۔ مثال از جامی ؎

من در غمِ ہجر و دل بدیدارِ تو خوش
تن " " " " " "

اس صنعت کا ذکر حدایق البلاغت میں نہیں۔ الا اخیر میں پھر اسی ابتدائی ہدایت کا اعادہ کیا گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جب شاعر صنایع لفظی کی طرف متوجہ ہو۔ تو رعایت معنی کو لفظی آرایش پر مقدم رکھے۔

بہار دوم اس مقام پر ختم ہوئی اب ملاحظہ ہو بہار سوم۔

بہار سوم فصلِ عروض

حمد سزد پروردگار ارض و سما را کہ ایں آیہ کریمہ نازل فرمود۔ ووضع المیزان الّا تطغوا فی المیزان ○ واقیموا الوزن بالقسط ولا تُخسِرُوا المیزان سوم حمٰن یعنی گویم حمد آں باری تعالیٰ کہ فرود آورد ترازو را مقصد آنکہ از حد تجاوز نکنید در ترازو۔ و راست سنجیدش با نصاف و ہدایت فرمود۔ کہ نقصان مکنید در ترازو۔ و نعت سرائیم برائے آں رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کہ اِنّ اللہَ و الملٰئکۃ یصلّون علی النبیہ صلوٰت گویم بر آں رسالت مآب کہ نُورِ او بحکم عالم الغیب والشہادۃ نزد ظہور آمدہ۔ در بلدۂ مکہ معظمہ قرار یافت و ہر دو جہان را منوّر ساخت۔ و مزیّن فرمود۔

ثمر اول۔ ابتدائے شعر

اما بعد۔ جاننا چاہیئے کہ واضع فن عروض کا خلیل ابن احمد ساکنہ مکہ معظمہ ہے۔ چونکہ عروض مکہ معظمہ کے اسمائے گرامی میں سے ایک ہے۔ اس لئے تبرکاً اس علم کا نام بھی عروض ہوا۔ شعر کے

لغوی معنی "دانستن و دریافتن ہیں" اور اصطلاح میں "سخن موزوں" کو کہتے ہیں۔ کہ قصدِ متکلم سے صادر ہوا ہو۔ اور معنی پر دلالت کرے۔ اور مقفیٰ و صحیح الوزن ہو۔ یعنی بے معنی سخن موزوں کو شعر نہیں کہتے۔ اور اگر قائل کا ارادہ اس کے موزوں کرنے کا نہ ہو۔ تو وہ بھی شعر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اگرچہ کئی مقامات پر موزوں کلام وارد ہوا ہے۔ مگر اسے شعر نہیں کہیں گے۔

شاعر کے لغوی معنی "دانندہ و دریابندہ" ہیں۔ اور اصطلاحی مراد ایسے صاحبِ فن سے ہے۔ جو کلامِ موزوں پر قادر ہو۔

ابتدائے شعر (۱) کہتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت آدم ع نے جب کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا۔ زبان سریانی میں مرثیہ موزوں فرمایا۔

(۲) قاسم بن سلام بغدادی رح فرماتے ہیں کہ یعرب بن قحطان نے کہ اولادِ حضرت نوح سے تھے پہلے شعر موزوں کئے عربی میں۔

(۳) کثرت رائے ہے کہ اول شعر زبان فارسی میں بہرام گور نے کہا۔ اور وہ یہ ہے۔ ؎

منم آں پیلِ دماں و منم آں شیر یلہ   نامِ من بہرام و کُنیتم بُو جبلہ

(۴) بعض کا خیال ہے۔ کہ اول شعر فارسی ابو حفص حکیم سعدی نے کہا ہے مصرعہ اول جس کا یہ ہے۔ ع آہو تے کوہے در دشت چگونہ دودا

(۵) سب سے پہلے جس نے فارسی میں قصیدہ لکھا۔ اور بداغ کی بنیاد ڈالی۔ وہ رودکی ہے۔ قصیدۂ اول کے پہلے چند اشعار یہ ہیں۔

بوئے جوئے مولیاں آید ہمے · یادِ یارِ مہرباں آید ہمے
شاہ سرو ست و بخارا بوستاں · سرو سوئے بوستاں آید ہمے
شاہ ماہ ہست و بخارا آسماں · ماہ سوئے آسماں آید ہمے

ثمر دوم۔ درباب عروض

ابتدا میں کہا گیا ہے کہ خلیل بن احمد بصری علم عروض کا بانی ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ ایک گاذر کے مکان کے پاس سے گذرا۔ اور کپڑوں کے ٹپکنے کی آواز سن کر سوچا کہ اس آواز سے کیا تناسب پیدا ہوتا ہے پس علم عروض کی جائے پیدائش وہی آواز ہے۔

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ خلیل ابن احمد نے تبرکاً مکہ معظمہ کے نام نامی پر اس علم کا نام عروض رکھا۔ لغت میں عروض کے معنی "راہ کشادن در کوہ" ہیں اور جس طرح پہاڑوں میں سے راستہ نکال کر کسی منزل پر

پہنچ سکتے ہیں۔ اسیطرح یہ علم طریق معرفت کا رہنما ہے۔ اور اس کے معنی کشف و ظہور ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ چونکہ دوسرے مصرعہ کے آخری جزو کا نام عروض ہے۔ اور وہی کثیر الوقوع ہے۔ اس لئے فرقہ عروضیا میں اس حد تک مانوس ہؤا۔ کہ تمام علم کا نام بھی عروض رکھا گیا۔

نمبر سویم۔ اقسام شعر

شعر کی ۹ قسمیں ہیں۔

(۱) **قصیدہ**۔ (قصد کردہ شدہ) عموماً مداحیہ اشعار کو کہتے ہیں جو ۲۵ سے کم اور ۱۷۰ سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔ پہلے بیت کے دونں مصراع ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

(۲) **غزل** (سخن گفتن با زناں و عشقبازی کردن) عشقیہ شعروں کو کہتے ہیں۔ جو کم سے کم پانچ اور اکثر پندرہ ہوتے ہیں۔ اس میں بھی پہلے دو مصرع ہم قافیہ ہونے چاہئیں (فی زمانہ حقیقت و مجاز ہر دو کیلئے غزل ہوا ہے)

(۳) **قطعہ** (بریدن) ایسے اشعار سے مراد ہے جو تعداد میں ۲ سے کم اور ۱۷۰ سے زیادہ نہ ہوں۔ مانند قصیدہ۔ فرق یہ ہے کہ قطعہ کے بیت اول کے ہر دو مصرعہ میں قافیہ نہیں ہوتا۔ ہر بیت کے مصرعہ ثانی کا اخیر

با قافیہ ہوتا ہے۔

نوٹ۔مندرجہ بالا ۳ اقسام کے شعر ۱۹ بحروں میں سے ہر بحر میں کہے جاسکتے ہیں۔

(۴) **مثنوی**۔ ایسے اشعار کو کہتے ہیں کہ ہر بیت کے دونوں مصراع باہمد گر مقفیٰ ہوں۔تعداد مخصوص نہیں۔مگر بحور معین ہیں۔اور وہ یہ ہیں
تقارب مثمن۔رمل مسدس۔ہزج مسدس۔سریع مسدس۔

(۵) **رباعی**۔ دو بیتی کو کہتے ہیں۔اور وہ صرف بحر ہزج میں کہی جاسکتی ہے۔مصرعہ اول۔دویم و چہارم ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

(۶) **مربعہ**۔اول بند میں چار مصراع ایک قافیہ کے مختلف الفاظ اور معنی والے کہے جائیں۔اور بعد ازاں ہر چہار مصرعوں کے آخری یعنی چہارم مصرعہ میں بند اول کا قافیہ لایا جائے۔

(۷) **مخمس**۔اسمیں طور پہلے پانچ مصراع مقفیٰ کہے جائیں۔اور بعد ازاں ہر مصرع پنجم یا چہارم و پنجم میں قافیہ بند اول وارد ہو۔

(۸) **مسدس**۔ پہلے چار مصراع ہم قافیہ ہوں پھر ایک بیت مقفیٰ مگر مختلف قافیہ سے لایا جاوے۔

(۹) **ترجیع بند** - پہلے سات بیت لکھکر پھر ایک بیت ہم وزن مگر مختلف قافیہ سے ایزاد کیا جاوے۔

نوٹ:- اول بیت کو مطلع اور آخر بیت کو مقطع کہتے ہیں جس میں شعراء عموماً تخلص لے آتے ہیں۔ بیت کے لفظی معنی گھر ہیں۔ جیسے کہ اپنا گھر ہونے سے عزت اور اعتبار ہوتا ہے۔ اسی طرح شعر کے بیت سے شاعر کی حرمت اور آبرو ہے۔ دیگر لوازمات یہ ہیں۔ زمین (فکر مضمون) سقف (قافیہ) ستون و میخ (وزن - ارکان) آرایش خانہ (صنایع بدایع)

ثمر چہارم - درباب وزن و تقطیع

عروض میزان شعر ہے۔ موزوں وہ ہے جو موافق وزن ہو۔ اور ناموزوں جو اس طرح موافق نہ ہو۔ چنانچہ **وزن** کے معنی ہیں "سنجیدن کلام بمیزان بحری" جو کلام ان بحور کے میزان میں پورا اترے۔ وہ موزوں ہے۔ اسی ماپ تول یعنی سنجیدن کو اصطلاح میں **تقطیع** کہتے ہیں۔ اس کے لغوی معنی "پارہ پارہ کردن" ہیں اور اصطلاح میں ایک بیت کے الفاظ کو اس طرح دوسرے سے جدا کرنا ہے کہ سب اجزا مقدار میں بحر معلومہ کے ارکان سے مناسبت رکھیں یا دوسرے

لفظوں میں تقطیع اجزائے بیت کو اصول افاعیل کے اجزا سے موازنہ کرنا ہے
واضح رہے کہ جو حرف ملفوظ ہو۔ وہ تقطیع میں معتبر ہے خواہ وہ مکتوب نہ ہو۔ اور ہر حرف کہ ملفوظ نہ ہو۔ تو خواہ وہ کتابت میں کیوں نہ آئے تقطیع میں شمار نہیں ہوتا۔ اول قسم کو ملفوظ غیر مکتوب اور دوسری کو مکتوبہ غیر ملفوظ کہتے ہیں۔ تقطیع کی بنا ملفوظ پر ہے۔ نہ کہ مکتوب پر۔ نیز خصوصیت حروف (مثلاً ط یا ت۔ یا ض۔ ذ) اور حرکت حروف (یعنی زبر۔ زیر۔ پیش) سے تقطیع میں کچھ فرق نہیں آتا۔ طوطی۔ بلبل۔ باقی۔ شاکی۔ سب فعلن پر یکساں ہیں۔ حروف ملفوظ و مکتوب وغیر آں کی تشریح حسب ذیل ہے۔

(الف) **حروف ملفوظ غیر مکتوب**۔ الف مد آ۔ مثلاً آمد۔ آید۔ بروزن فعلن آواز۔ آباد۔ بروزن فعلات۔ تقطیع میں الف ممدوہ کو دو الف شمار کرتے ہیں۔ اول متحرک۔ دوم ساکن۔

(۲) واو ہمزہ۔ مثلاً داؤد۔ طاؤس۔ بروزن فعلان۔

(۳) یائے کہ بہ تیز کردن کسرہ بر آید۔ یعنی زیر جب ی کی طاقت رکھتی ہو۔ مثلاً ع درد سر دوستان آہ۔ و فغان من است۔ تقطیع میں

نے من است۔ بروزن فعلات آئیگا۔

(۴) حرف مشدّد۔ مثلاً خُرّم۔ فرّخ۔ تمتّع کہ مشدد حرف دوبار شمار ہوگا۔

(۵) ہمیں طور بعض حروف ایسے ہیں جو ملفوظ ہیں۔ مثلاً ہٰذہ۔ ذٰلک

(ب) حروف مکتوب غیر ملفوظ۔ (۱) الفِ وصل۔ جو الف حرفِ ماقبل کو اس کے بعد کے حرف سے ملا دے مثلاً ع روز سیفی سیہ از کاکلِ مشکین تو شد۔ تقطیع۔ روز سیفی۔ سیہز کا۔ کلِ مشکین۔ نے تو شد

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن

لیکن اگر الف ملفوظ ہو تو ساقط نہیں ہوتا۔ مثال ع

بود فریادِ سیفی در غمت ار دستِ تنہائی

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن

(۲) واو کا استعمال عروض میں ۳ قسموں پر مشتمل ہے۔

اوّل واو عطف درمیان دو کلمہ۔ مثلاً دل و جان۔ این و آن۔ کیونکہ واو یہاں صرف ضمہ کی بجائے ہے۔ بذاتہ ملفوظ نہیں مثال ع

دو کس را کہ باشد بہم جان و ہوش

تقطیع   دکس را   کہ باشدا   بہم جا   نہوش

فعولن   فعولن   فعولن   فعول

لیکن اگر واو ملفوظ ہو تو ساقط نہ ہوگی۔ مثال ع

گنہ بیند و پردہ پوشد بحلم

تقطیع   گنہ بی   ندو پر   دہ پوشد   بحلم

فعولن   فعولن   فعولن   فعول

دوم۔ واو بیان ضمہ۔ جو کہ ماقبل کے ضمہ پر دال ہے۔ مثلاً دو۔

بود۔ ہمچو۔ وغیرہ مثال ع

ہمچو تو کو در دو سرا دیگرے

تقطیع۔   ہمچت کوا   در دو سرا   دیگرے

مفتعلن   مفتعلن   فاعلن

لیکن اگر ملفوظ ہو تو شمار ہوگا۔ مثلاً ع

دیگرے در دو سرا کو   مثل تو

فاعلاتن   فاعلاتن   فاعلن

سوم۔ واو اشمام ضمہ۔ جو خائے مفتوح کے بعد ہو مثلاً خواب

خواجہ۔خوش۔ ان سب میں سے واو ساقط ہے۔

(۳) ہائے مختفی۔ مثلاً بندہ۔ گریہ۔ خندہ۔ ان سب میں ہا ساقط ہے۔ لیکن جہاں ملفوظ ہو تو ساقط نہ ہوگی۔ ع

خندہ چہ کنی بگریۂ من

تقطیع خندا چہ | کنی بگرِا | یۂ من

مفعول مفاعلن فعولن

نیز اگر مصرعہ کے آخر میں آئے۔ تو حرف ساکن کا کام دے گی۔

مثلاً غنچہ پیش | دہنت لب | بستہ |

فاعلاتن | فعلاتن فعلن

(۴) تائے ساکن۔ اگر تین ساکن اکٹھے ہوں۔ مثلاً کیست۔ چیست۔ نیست وغیرہ۔ تو حرف سویم گر جائیگا۔ دوم متحرک شمار ہوگا۔ اور اول بحال رہے گا۔ مثال ع

کیست کا زار احت فرنج اندریں دنیانہ گشت (کی سکا زا فاعلاتن)

الا اگر سہ ساکن مصرعہ کے اخیر میں جمع ہوں تو ساکن سویم حذف ہوگا۔

مثال ع بر و علم یک ذرہ پوشیدہ نیست۔

تقطیع　　برو عل ا میک وزا رپوشی ا دنیس

فعولن　فعولن　فعولن　فعول

(۵) ہائے مختفی۔ یخبط سخنی۔ یعنی ہمزہ۔ جو ی کا کام دے شمار ہوگی

مثال ع　الٰہی غنچۂ امید بکشا

تقطیع　الٰہی غن ا چہ اے اُمّی ا دبکشا

مفاعیلن　مفاعیلن　فعولن

نوٹ ہر دو اقسام الف و ب متذکرہ بالا ان مثالوں پر ختم نہیں۔ اصول مدنظر رکھنے کافی ہیں۔

ثمر پنجم۔ درباب افاعیل

(۱) اسمائے ارکان بیت۔ بیت کے حصص بلحاظ ارکان مختلف نام رکھتے ہیں

مصرعہ اول۔ رکن اول۔ صدر۔ رکن دویم۔ عروض

" دوئم۔ " " ۔ ابتدا۔ " " ۔ ضرب

ف　صدر است و عروض و ابتدا۔ انگہ ضرب

ہر چیز یکہ درمیانہ باشد حشو ست

(۲) ترکیب افاعیل۔ میزان بیت مرکب ہے ارکان سے اور

اور ارکان مرکب ہیں اصول سے۔ اور اصول کا انحصار تین چیزوں پر ہے۔ یعنی سبب۔ وتد۔ و فاصلہ۔

(۱) سبب خفیف۔ کلمہ دو حرفی۔ اول متحرک۔ دوم ساکن مثلاً گُل۔ بُل
" ثقیل " " " " ہر دو متحرک۔ گلہ۔ رمہ۔ (دو حرف)

(۲) وتد مجموع۔ کلمہ سہ حرفی۔ دو متحرک۔ سوم ساکن۔ مثلاً چمن سمن
" مفروق " " " متحرک۔ ساکن متحرک " لالہ و ژالہ

(۳) فاصلہ صغریٰ " چہار " سہ متحرک۔ چہارم ساکن " صنما۔ بنما
" کبریٰ " پنج " چہارم متحرک پنجم ساکن۔ مگنمش شکنمش

نوٹ۔ ان سب کے اجتماع کے بغیر کلام موزوں نہیں ہو سکتا مثلاً اسباب ع ہر دم پیشت دارم زاری۔ مثال اوتاد ع سوئیم اگر گذر کنی نہ ہے عجب۔ نہ ہے عجب +

(۴) اصول افاعیل۔ یا ارکان بحور یا اصل اوزان

خلیل ابن احمد نے اشعار عرب کے اوزاں کو از روے استقرار و ضبط ۱۵ بحروں میں اور ان بحروں کو چند مقرر و مضبوط الفاظ سے مرتب کیا ہے۔ ان الفاظ کو اصول افاعیل یا ارکان کہتے

ہیں۔ وہ الفاظ آٹھ ہیں۔

خماسی۔ فعولن۔ فاعلن

سباعی۔ مستفعلن۔ مفاعیلن۔ فاعلاتن۔ مفاعلتن۔ متفاعلن

مفعولات ۵

چوں شود ترکیب ایں ارکان ہم ۔۔۔ ہشت وزن آید بروں بے بیش و کم
فاعلن مستفعلن شد بعد ازاں ۔۔۔ فاعلاتن یا مفاعیلن بداں
پس فعولن با مفاعیلن بیار ۔۔۔ ہفتمیں متفاعلن وان وشمار
ساز مفعولات را ہشتیم نام ۔۔۔ باتو گفتم اصل اوزان والسلام

ثمر ششم۔ درباب زحاف

رکن یا سالم ہوگا یا غیر سالم۔ سالم وہ ہے جو اصل وضع میں ہی واقع ہو۔ بے کم و بیش۔ رکن غیر سالم وہ ہے کہ اس میں تغیر واقع ہو۔ یا کچھ کمی کرنے سے یا زیادتی کرنے سے۔ مثلاً مفاعیلن سالم رکن ہے مگر مفاعیلان میں الف زیادہ کیا گیا ہے۔ اس کو تسبیغ کہتے ہیں۔ (اس کمی و بیشی کا ذکر بعد میں عیاں ہو جائیگا۔)

رکن غیر سالم کو مزاحف کہتے ہیں اور جو تغیر رکن میں واقع ہو

اس کو زحاف کہتے ہیں۔ جمع زحف کی۔ جس کے لغوی معنی "دور افتادن" ہیں چنانچہ سہم زاحف۔ ایسے تیر کو کہتے ہیں جس کا نشانہ ایک طرف پڑے۔ اسی طرح اگر رکن میں تغیر ہو تو ضرور اصل سے دور جا پڑے گا۔

زحاف کی مختلف مگر کار آمد اقسام بحور کے تحت میں اپنی اپنی جگہ درج کر دی گئی ہیں۔ علیحدہ تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں۔

نہر ہفتم۔ در بیان بحور

وجہ تسمیہ بحر۔ بحر کے معنی دریا ہیں۔ اور جس طرح دریا میں مختلف اشیا از قسم دُرّ و مرجان۔ نبات و حیوان پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح شعر کے بحر میں مختلف اجزائے کلام شامل ہوتے ہیں۔ اور شعروں کی مختلف قسمیں معلوم ہو سکتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ جس طرح دریا میں کوئی گر جائے۔ تو حیران اور سرگردان ہو جاتا ہے۔ ہمیں طور شعر کے بحر میں جو تغیرات وارکان واقع ہوتے ہیں انسان کو حیران کر دیتے ہیں۔ اور وہ تردد میں پڑ جاتا ہے۔ کہ یہ کیا تغیر ہے۔ اور کیا وزن۔

اقسام بحور ۵

بحور یکہ شعر اندران منحصر شد — بود شانزدہ نزد مرد سخنداں
طویل و مدید و بسیط و کامل — دگر وافر آنگہ رمل پس ہزج داں
رجز بعد ازاں منسرح با مضارع — سریع و خفیف است مجتث فروخواں
پس از مقتضب جیست بحر تقارب — کزیں قطعہ ظاہر شود صورت آساں
دگر آنکہ مشتق بود از تدارک — ز عکس تقارب پدید آید آساں

علاوہ ازیں ۳ بحور ہیں۔ جو صرف خاصۂ عجم ہیں۔ یعنی۔ جدید۔ قریب مشاکل۔ لہذا جملہ بحور ۱۹ ہوئیں۔ خلیل ابن احمد نے تدارک شمار نہیں کی اور ۱۵ بحور پر اکتفا ہے۔

۱۔ بحر ہزج۔

۱۔ بحر ہزج سالم مثمن مفاعیلن مفاعیلن۔ مفاعیلن مفاعیلن دوبار ہزج کے لغوی معنی خوش آیند آواز باترنم و سرود ہے۔ یا آواز گردانی۔ مثال ؎

اگر خواہی کہ گل بینی رخ خود را تماشا کن
وگر میل خزاں داری نگاہے جانب ما کن

یہ مثال ہزج مثمن سالم کی ہے۔ دیگر اقسام اس بحر کی حسب ذیل ہیں

(الف) **مسبغ** - مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلان ۲ بار

تسبیغ کے لغوی معنیٰ "تمام کردن" کے ہیں۔ اور عروضیوں کی اصطلاح میں سبب اور خفیف کے درمیان آخری رکن میں الف زیادہ کرنے کے ہیں۔ یعنی مفاعیلان۔ مثال ؎

بزاری میدہم جان و نمے پرسد مرا جاناں
مسلمانی نمیدانم کجا شد اے مسلماناں

(ب) **مقبوض** - مفاعلن - مفاعلن - مفاعلن مفاعلن ۲ بار

قبض کے لغوی معنیٰ "گرفتن" کے ہیں۔ اور اصطلاح میں مفاعیلن کے پانچویں حرف "یا" کو گرا دینا ہے۔ یعنی مفاعیلن سے مفاعلن مثال ؎

دلم بروں شد از غمت غمت ز دل بروں نشد
زبوں شدم کہ بود کو ز دست غم ازبوں نشد

(ج) **مقبوض مسبغ** - مفاعلن - مفاعلن - مفاعلن - مفاعلان

تسبیغ کے معنی آخری رکن میں الف کے زیادہ کرنے کے ہیں مفاعلن سے مفاعلان مثال ؎

پری ندارد اے صنم بہ روشنی اجبیں چنیں
بشر و ہد ازیں پسر کہ بود از حورِ عیں

(د) اُشتر۔ فاعلن۔ مفاعیلن۔ فاعلن۔ مفاعیلن۔ ۲ بار

شُتر کے لغوی معنی نقصان اور عیب ہیں۔ اور جب ایک کلمہ میں سے ایک حرف شروع کا اور ایک درمیان کا گرا دیا جائے۔ تو اس کو نقصان ہوا۔ اور معیوب ہو گیا۔ اصطلاح میں مؔ اور یؔا کے گرانے کو کہتے ہیں۔ یعنی مفاعیلن سے فاعلن۔ اس بحر میں شتر و سالم یکے بعد دیگرے واقع ہوتے ہیں۔ مثال ؎

سرو من آدمے بہ نشیں خانہ را گلستاں کن

یک دو جامِ مے درکش و درنوائش گرداں کن

(ہ) اخرب ـ مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن ۲ بار

خرب کے لغوی معنے "ویران کردن" ہیں اور جب ایک کلمہ کے اول اور آخر میں کچھ نہ رہے۔ تو البتہ ویران ہو گیا۔ خرب کے اصطلاحی معنی یہ ہیں۔ کہ مفاعیلن کا اول حرف مؔ اور آخر حرف نؔ گرا دیا جائے باقی رہا فاعیل مگر چونکہ فاعیل عام نہیں ہے۔ اس لئے ویسے ہی حرکات و سکنات کا لفظ مستعملہ مفعول کام میں لایا جاتا ہے۔ اور خرب و سالم یکے بعد دیگرے واقع ہوتے ہیں مثال ؎ دل بازا بجوش آمدا جاناں اکہ سے آیدا

بیمار ا بہ ہوش آمدا درماں اکہ مے آیدا

(۱) **اخرب مکفوف مقصور** ۔ مفعول مفاعیل مفاعیل مفاعیل ۲ بار
کف کے معنی لغت میں "در نوردیدن دامن پیراہن" ہے یعنی دامن کے کنارے کو موڑ دینا جس سے پیراہن قدرے کوتاہ ہو جاتا ہے۔ اصطلاح میں مفاعیلن سے حرف "ن" کا کم کرنا ہے جس سے باقی مفاعیل رہ گیا قصر کے معنی کوتاہ کرنے کے ہیں۔ یعنی مفاعیلن سے مفاعیل۔ قاعدہ اخرب سے "م" گر گیا تو فاعیل رہ گیا۔ اور فاعیل کو مفعول کہتے ہیں اور اس میں اول اخرب اور اس کے بعد مکفوف واقع ہوتا ہے۔ مثال ؎

تا چند مرا در غم او پند نواں گفت
چیزے کہ بجائے نرسد چند تواں گفت

(۲) **اخرب مکفوف محذوف** ۔ مفعول مفاعیل مفاعیل فعولن ۲ بار
محذوف کے لغوی معنی "اسپ دُم بریدہ" ہیں۔ اور اصطلاح میں رکن کے آخر سے سبب خفیف یعنی "لن" گرا دینا ہیں۔ کہ مفاعیلن سے مفاعی بن جائے مفاعی کی بجائے لفظ مستعمل فعولن رکھا گیا۔ اور اس میں اول رکن اخرب دو درمیانی مکفوف۔ اور آخر میں محذوف واقع ہوتے ہیں۔ مثال ؎

اے شیخ مرا راہ خرابات نمودی
میخواست دلم بادہ کرامات نمودی

(و) ہزج مکفوف مقصور۔ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ مفاعیلُ ۲ بار

مثال سے زہے حسن او زہے روئے او زہے نور او زہے نار
زہے خط و زہے خال و زہے موئے و زہے مار

۲۔ ہزج مسدس (الف) سالم۔ مفاعیلن مفاعیلن۔ مفاعیلن ۲ بار

مسدس بمعنی ششش کردہ شدہ یعنی اس میں چھ ارکان مثمن میں ۸ ارکان ہیں

مثال سے کجائی اے غزال مشکبوئے من ا
چرا ہرگزا نمی آئی ابسوئے من ا

(ب) مقصور۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیل۔ ۲ بار

مثال سے یکے از درا دمندان ا تو مائیم ا
بیا تا درا دمندیہا ا نمائیم ا

(ج) محذوف۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ فعولن۔ ۲ بار

مثال سے جفا و جو را و بسیار دیدم ا
ولیکن میوہ باغش ا نہ چیدم

(د) مکفوف مقصور۔ مفاعیل۔ مفاعیل۔ مفاعیل۔ ۲ بار

مثال تنم کاست ا ازاں ماہ ا دل افروزا
دلم سوخت ا ازاں شمع ا جہاں سوزا

(ہ) مکفوف محذوف۔ مفاعیلن مفاعیلن۔ فعولن۔ ۲ بار

مثال ؎ دل آزار و جفا کار نگاری
جز آزار دلم کار ندار ی

(و) اخرب۔ (۱) مقبوض مقصور۔ مفعول مفاعلن مفاعیل ۲ بار

مثال ؎ ہر چند اگرچہ تو شاہ و ما گدائیم
دامن مفشاں کہ آشنائیم

(۲) مقبوض محذوف۔ مفعول مفاعلن۔ مفاعیل۔ ۲ بار

مثال ؎ اشکے چو عقیق از اں فشانم
کز لعل تو سید ہد نشانم

(ز) اخرم۔ اشتر مقصور۔ مفعولن فاعلن۔ مفاعیل۔ ۲ بار

اخرم کے معنی لغت میں "دیوار کی یا نوکِ بینی بریدن" ہیں۔ اصطلاح میں مفاعلن سے حرف میم کا گرانا مراد ہے۔ کہ باقی فاعلن رہ جائے اس کی جگہ مفعولن استعمال کرتے ہیں۔ مثال ؎

صد بارم پیش ما گر اکشی زارا برخیزم تا کشی دگر بارا

۳۔ ہزج مربع (الف) سالم مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ ۲ بار مثال ؎

بقدِ سروِ گل اندامی   خوشا وقتے اکہ بجامی

(ب) **مکفوف مقصور** - مفاعیل - مفاعیل ۲ بار - مثال ؎

بیا اے بتِ بدخو   بیار از رخ گل و بو

(ج) **مکفوف محذوف** - مفاعیل فعولن ۲ بار - مثال ؎

زلفِ تیغ جفا نہ   زلب کام امرادہ

(د) **اخرب** - مفعول - مفاعیلن - ۲ بار - مثال ؎

آں غنچۂ خنداں کو   آں لعل سخنداں کو

نوٹ - فصحائے عجم عام طور پر ہزج مربع استعمال نہیں کرتے خاصہ شعرائے عرب ہے۔

۲ - بحر رجز - رجز کے لغت میں معنی "اضطراب و سرعت" کے ہیں۔ عرب لوگ اکثر جنگوں، معرکوں کے مواقع پر از روئے مفاخرت و مردانگی اس بحر میں شعر کہتے تھے - چونکہ اس موقعہ پر اکثر مضطرب اور سریع حرکات ہوتی تھیں۔ بحر کا نام رجز رکھا گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ شتری چال کے مطابق ہے۔ کہ شتر سکون کے بعد حرکت کرتا ہے۔

(۱) **رجز مثمن** - (الف) سالم مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن ۲ بار

مثال ؎ تا کے غم دل گفتنم در خانہ با دیوارہا

خواہم زدن از بے طاقتی فریاد در بازارہا

(ب) مذال مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلان ۲ بار

اذالہ کے معنی لغت میں "دامن فروگذاشتن" کے ہیں جیسے دامن کا کنارہ لٹکانا ہے۔ اور اصطلاح میں آخری رکن میں الف کا زیادہ کرنا ہے۔ یعنی آخری رکن مستفعلان بن جائے۔ مثال ؎

یارب چہ شد اکنون ترکِ ما ترکِ محبان کردہ ست

آسودگانِ وصل را رنجورِ ہجران کردہ ست

(ج) مطوّی مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن ۲ بار

طے ثوب کے لغوی معنی "تہ کردن جامہ" ہے اور اصطلاح میں مراد چوتھے حرف کو ترک کرنے سے ہے مستفعلن سے "ف" گرادیا جائے۔ تو مستعلن رہ جاتا ہے۔ اس کی بجائے مستعلن لفظ مفتعلن لایا گیا ہے۔ مثال ؎

مردہ بدم زندہ شدم گریہ بدم خندہ شدم

دولتِ عشق آمد و من دولتِ پایندہ شدم

(د) مطوی مخبون مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن۔

خبن ثوب لغت میں معنی "بالائے جامہ چیزے راشکن اندا ختن و دوختن کہ جامہ کوتاہ شود"۔ اصطلاح میں مراد حرف دوم گرا دینے سے ہے۔ یعنی مستفعلن سے حرف دوم یعنی س کو گرادیا جائے تو باقی متفعلن رہ جاتا ہے اس کی بجائے مفاعلن استعمال کیا جاتا ہے مطوی کے لحاظ سے تو مفتعلن پہلا رکن ہوا۔ اور مجنون دوسرا رکن مفاعلن بن گیا۔ مثال سے

اے زنو کوہ غم بودا بردل مبتلائے من
نیست مراد خاطرت جز غم و جز بلائے من

(۵) مجنون مطوی۔ برعکس بالا۔ مفاعلن مفتعلن۔ ۲ بار مثال

فغان کناں سحر سحرے بکوئے تو امیگذرم
چو نیست رہ بسوئے تو ام ببام و درے نگرم

(۲) رجز مسدس (الف) سالم۔ مستفعلن مستفعلن مستفعلن ۲ بار

مثال سے ساقی بہ عشرت کوش در دوران گل
مگذار از کف جام تا پایانِ گل

(ب) مطوی۔ مفتعلن۔ مفتعلن۔ مفتعلن ۲ بار مثال سے

نیست مرا جز تو نگارے دگرے
مے نکنی ہیچ بحالم نظرے

(ج) مجنون ۔ مفاعلن ۔ مفاعلن مفاعلن ۲ بار مثال سے

کنوں کہ گرد از بہار خوش ہوا   فزوں شود بہر دل اندروں صفا

(۳) رجز مربع سالم ۔ مستفعلن ۔ مستفعلن ۔ ۲ بار

عاشق شدم بر دلبرے   سنگین دلے سیمیں برے

۱۳۔ بحر رمل ۔ رمل کے لغوی معنی "حصیر بافتن" ہیں اور جس طرح حصیر یا قلعہ پر سیماں سے پہنچ سکتے تھے ۔ اسی طرح اس بحر میں وتد و سبب کے درمیان ہے ۔ گویا ان رسیوں سے اوپر چڑھ سکتے ہیں۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ سرود کی ایک قسم میں سے ہے یعنی "دویدن شتر" کیونکہ اس بحر کے پڑھنے میں سرعت اور شتابی واقع ہوتی ہے اقسام یہ ہیں

(۱) رمل مثمن ۔ (الف) سالم ۔ فاعلاتن ۔ فاعلاتن ۔ فاعلاتن فاعلاتن ۲ بار

مثال سے   تا خزاں زد خیمۂ کافور گوں بر کوہسار
مفرش زنگار گوں بر داشتند از مرغزار

(ب) مسبّغ ۔ فاعلاتن ۔ فاعلاتن ۔ فاعلاتن ۔ فاعلیان ۲ بار

مثال ؎ تا بکے گریم بزاری ہمچو ابر نو بہاران
از سر اندوہ حسرت در فراقِ گلعذاران

(ج) **مجنون** - فعلاتن - فعلاتن - فعلاتن - فعلاتن - ۲ بار

مثال ؎ مرداں عیب کنندم کہ چرا دل بتو دادم
باید اوّل بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

خواجہ عصمت اسد بخاری نے اس بحر کو ۱۶ ارکان پر یوں بنایا ہے ہند والے اس کو بحر طویل کہتے ہیں۔

رنگ و رخسار و در گوش و خط و خد و قد و عارض و خال و لب ایں سترہ پری روئے سمن بر
شفق و کوکب و شام و سحر و طوبیٰ و گلزار و بہشت است و ہلال و طرف چشمۂ کوثر

(د) **مقصور** - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلات ۲ بار

مثال ؎ روزِ مارا ساخت چوں شب تیرہ آں ماہ از فراق
چند سوزم از فراق آہ از فراق آہ از فراق

(ہ) **محذوف** - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلاتن - فاعلن ۲ بار

مثال ؎ گر بدانی قیمت یک تار موئے خویش را
کے دہی بر باد زلفِ مشکبوئے خویش را

(و) **مشکول** (۱) سالم۔ فعلات۔ فاعلاتن۔ فعلات۔ فاعلاتن۔ ۲ بار

شکل کے معنی لغت میں "اسپ را بہ شکیل بستن است۔ کہ رفتار کم کند"

اصطلاح میں اجتماعِ خبن وکف ہے یعنی خبن کے ذریعہ تو

فاعلاتن کا الف گر جاتا ہے۔ اور کف کے ذریعہ نَ پس فعلات باقی

رہا اس بحر میں تقطیع و ارکان کو اکٹھے شمار کرنے سے آسانی ہوگی۔

مثال ؎ بغلامئی تو مارا، خبراز جہاں برآمد

فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن

گرہے ز زلف کم کن، کمرے فرست مارا

(۲) **مسبغ** مثال ع منم وخیال بازی شب و روز با جواناں۔ فاعلیان

(۵) **مخبون مقطوع**۔ فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن ۲ بار

قطع کے معنی لغت میں بریدن ہیں اور روتد میں سے کچھ گرا دینا مراد ہے

فاعلاتن کا مخبون فعلاتن ہے۔ اور فاعلاتن میں سے تن گرا دیا جائے

اور الف بھی ترک کیا جائے تو فاعل رہ جاتا ہے۔ مثال ؎

عاشق از طعنۂ اغیار چہ پروا دارد

آتش از سرزنشِ خار چہ پروا دارد

نوٹ رمل مخبون کی دیگر انواع یہ ہیں۔

مخبون مسبغ۔ (فعلیبان) مخبون مقصور۔ (فعلات) مخبون محذوف (فعلن) آخری رکن مانند بالا مرتب کر لیا جاتے۔

(۲) رمل مسدس۔ (الف) سالم۔ فاعلاتن ۳۔ ع

رخ مکن پنہاں چو اندر جانِ مائی

(ب) مقصور۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلات ۲ بار۔ مثال ؎

باز بوئے گل مرا دیوانہ کرد باز از عقلم صبا بیگانہ کرد

(ج) محذوف۔ فاعلاتن۔ فاعلاتن۔ فاعلن۔ مثال ؎

ماندہ ام از یار دور و زندہ ام

زین گنہ تا زندہ ام شرمندہ ام

(د) مخبون مقصور۔ فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلات ۲ بار۔ مثال ؎

آنچہ رخسار و چہ زلف و چہ لب است وانچہ خطِ خوش و خالِ عجب است

(ہ) مخبون مقطوع۔ فاعلاتن۔ فعلاتن۔ فعلن ۲ بار

مردمے نرگس آدمی داند جادوئے غمزہ آدمی داند

(۳) رمل مربع۔ (الف) سالم۔ فاعلاتن ۲ ؎

چشم آں دارم کہ گاہے   افگنی سوئیم نگاہے۔

(ب) مربع مخبون۔ فعلاتن ۲ سے۔

دل من ہیچ نیرزد   اگرت عشق نورزد

فک بحور مندرجہ بالا

فک یا تفکیک۔ کے لفظی معنی "از ہم کشادن" ہیں اصطلاح میں ایسی بحور کا ایک دائرہ کی شکل میں جمع کرنا ہے جن کے حروف و حرکات و سکنات برابر ہوں۔ ہزج کا رکن مفاعیلن ہے۔ رجز کا رکن مستفعلن ہے۔ اور رمل کا فاعلاتن ہے، یہ تینوں بحور ایک دائرہ سے نکل سکتی ہیں۔ اگر مفاعیلن کا مفا چھوڑ دیا جائے۔ اور عیلن مفا سے شمار کیا جائے، تو مستفعلن بن جائیگا۔ اور مفاعی کو چھوڑ کر لن مفاعیلن سے شروع کیا جائے۔ تو فاعلاتن بن جائے گا۔ اس دائرہ کو مجتلبہ یا موئتلفہ کہتے ہیں۔ کیونکہ ان رکنوں کو آپس میں الفت ہے۔

ہزج مفاعی لن مفاعی لن۔ مفاعی لن مفاعی لن

رجز عی لن مفا " " " " " " " " مفا

(مس تفعلن (مس تفعلن (مس تفعلن (مس تفعلن (

رمل لن مفاعی، لن مفاعی، لن مفاعی لن مفاعی۔
(فاعلاتن فاعلاتن فا علاتن فاعلاتن)

رواں سطور میں حسب بالا فک بحور ہزج - رجز و رمل آسان تر ہوگا

نوٹ :- اس دائرہ کو مجتلبہ اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اجتلاب کے معنی لغت میں ہیں "از یک جا بجائے دیگر بردن" یعنی ان بحور کو دائرہ مختلفہ سے لیا گیا ہے۔ مفاعیلن بحر طویل سے مستفعلن بحر بسیط سے اور فاعلاتن بحر مدید سے - لہذا ان بحور کا ذکر اس مقام پر موزوں ہوگا۔

۴- **بحر طویل** مثمن سالم- فعولن۔ مفاعیلن۔ فعولن مفاعیلن ۲ بار

طویل کے لفظی معنی "دراز" ہیں۔ اور شعر عرب میں یہ بحر درازترین ہے کیونکہ اس کے ایک بیت میں ۴۸ حروف ہیں۔ دگر یہ معیار کچھ موزوں معلوم نہیں ہوتا، بعض کہتے ہیں۔ کہ چونکہ اس کے ارکان میں اوتاد اسباب پر مقدم ہیں۔ اور وتد سبب سے طویل ہوتا ہے اس لئے طویل نام ہو گیا۔ مثال ے

چگویم انگار تیا ا کہ با من اچھا کردی
فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن
قرارم زدل بردی زصبرم جدا کردی

۵۔ بحر بسیط مثمن سالم مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن ۲ بار

بسیط کے لغوی معنی "گسترانیدن" ہیں۔ مراد ہر ایک سباعی رکن مستفعلن کے پہلے دو سبب خفیف بچھائے گئے ہیں۔ اور خماسی یعنی فاعلن کے پہلے بھی ایک سبب ہے۔ لہٰذا اس بحر کو بسیط کہتے ہیں

مثال سے چوں خار وخس روز وشب افتادام در رہت

مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن

باشد کہ بر حالِ من فکند نظر ناگہت

۶۔ بحر مدید مثمن سالم فاعلاتن۔ فاعلن۔ فاعلاتن۔ فاعلن ۲ بار

مد کے لغوی معنی ہیں "کشیدن" اور اس بحر کو طویل سے کھینچ کر نکالا گیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ رکن فاعلاتن میں وتد کے ہر دو طرف دو سبب کشیدہ ہیں۔ خماسی رکن کے دونوں طرف سباعی ارکان صف بہ صف کھڑے ہیں۔ مثال سے

اے دلِ پُرا دردرا لعلِ تو درماں شدہ

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

خاکِ پایت بندہ را چشمۂ حیوان شدہ

فکِ بحورِ بالا ۔ مندرجہ بالا تین بحروں کو دائرہ کی صورت میں باہم لاکر دائرہ **مختلفہ** سے نامزد کرتے ہیں ۔ تعلقات ان بحروں کے اس طرح پر ہیں اگر فعولن سے آغاز کریں ۔ تو فعولن مفاعیلن بحر طویل ہے ۔ اگر فعو کو چھوڑ کر لن مفاعیلن فعو کہا جائے تو بحر مدید کا فاعلاتن فاعلن اخذ ہوتا ہے اور اگر عیلن سے شروع کیا جائے ۔ تو عیلن فعولن مفا بحر بسیط کا مستفعلن فاعلن بن جائیگا ۔ اس دائرہ کو مختلفہ اس لئے کہتے ہیں کہ ارکان مندرجہ بالا سہ بحور کے مختلف ہیں ۔ بعض سباعی و بعض خماسی بعض کہتے ہیں خود سباعی ارکان ہر ایک بحر کے دوسرے سے جدا ہیں اس لئے مختلفہ نام رکھا گیا ۔

طویل فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن

مدید لن ،، ،، ،، لن ،، ،، ،، فعو

(فاعلاتن فاعلن ، فاعلاتن فاعلن ،)

بسیط ۔ عیلن فعولن مفا ، عیلن فعولن مفا

(مستفعلن فاعلن ، مستفعلن فاعلن ،)

(ردائرہ سطور میں فکِ بحورِ بالا یعنی طویل ۔ مدید و بسیط ۔ درج ہوا ۔)

امابعد دو بحور متفقہ ہیں۔ یعنی متقارب اور متدارک۔

۷۔ **بحر متقارب**۔ تقارب کے لغوی معنی ہیں "بیک دیگر نزدیک شدن"

اصطلاح میں متقارب اس لئے کہتے ہیں کہ اوتاد و اسباب ایک دوسرے کے نزدیک نزدیک ہیں۔ ہر وتد کے بعد سبب واقع ہوتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ اوتاد اس بحر میں مقابلتہً نزدیک ہیں۔ یعنی درمیان میں صرف ایک سبب خفیف حایل ہے۔ یہ بحر ہر دو مثمن اور مسدس ہے۔

(۱) متقارب مثمن (الف) سالم۔ فعولن فعولن۔ فعولن۔ فعولن دوبار

مثال سے اگر سرو من درا چمن جا بگیرد

عجب باشد از سرو بالا نگیرد

(ب) مسبغ۔ فعولن۔ فعولن۔ فعولن فعولان

مثال سے زہے ابروت قبلۂ پاک دیناں

نیاز خوش خاطرت نازنیناں

(ج) مقصور۔ فعولن۔ فعولن۔ فعولن۔ فعول

مثال سے دلم برد و حق وفائی نداشت

دلش ہم ز غم آشنائے نداشت

(د) محذوف ۔ فعولن فعولن ۔ فعولن فعل ۲ بار

مثال سے چکاچاک گرز دا شپاشاپ زہ
یکے گفت گیر وا دگر گفت دہ

(ہ) اثلم ۔ فعلن فعولن ۔ فعلن فعولن ۔ ۲ بار

مثال سے آشوب جانی شوخ اجھانی
بے اعتقادی نامہربانی

ثلم کے معنی لغت میں "رخنہ شدن" کے ہیں اور اصطلاح میں حوت کے فا کو گرانے سے مراد ہے ۔ کہ باقی رہا عولن ۔ عولن کی بجائے فعلن مستعمل ہوتا ہے ۔ اور بحر کو اسی لئے اثلم کہتے ہیں۔

(و) مقبوض اثلم ۔ فعول فعلن ۔ فعول فعلن

گرم بخوانی ورم برانی
دل حزیں را بجائے جانی

فعولن پر مقبوض کا اطلاق ہو تو اسکے پنجم حرف ساکن گرہ باقی رہا فعول، خواجہ عصمت اللہ بخاری نے اسکو ۱۶ ارکان پر مرتب کیا ہے

زہے زلف کہ برگل نرگندہ سنبل فشاندہ عنبر لب چو قندت نبات و شکر قد بلندت سہی صنوبر

(۲) **متقارب مسدس** - (الف) سالم - فعولن فعولن فعولن ۲ بار

مثال سے زدردِ جدائی چنانم
کہ از زندگانی بجانم

(ب) **محذوف** - فعولن - فعولن - فعل ۲ بار

مثال سے چوں زلفت افشاند صبا
دلِ من بیفتند از جا

(ج) **مقصور** - فعولن - فعولن - فعول (ہمیں طور کہ گفتہ شد)

۸- **بحر متدارک** مثمن - تدارک کے لغوی معنی ہیں "دریافتن و پیوستن" اس بحر کو متدارک اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے اسباب نے اوتاد کو ڈھونڈ نکالا ہے۔ اس بحر کو ابوالحسن اخفش نے خلیل ابن احمد کے بحور پر اضافہ کیا اور تدارک سے حاصل کی۔ انواع حسب ذیل ہیں۔

(الف) **سالم** فاعلن - فاعلن - فاعلن - فاعلن ۲ بار

مثال سے حسن و لطف ترا بندہ شد مہر و مہ
خطّ و خالِ ترا مشکِ چیں خاک رہ

(ب) **مخبون** فَعِلن فَعِلن فَعِلن فَعِلن ۲ بار

مثال ؎ چو رخت ا نبود ا گلِ باغِ ارم
چو قدت نبود قدِ سرا وِ چمن

(ج) **مقطوع** فِعْلن فِعْلن فِعْلن فِعْلن ۲ بار
تا کے مارا درغم داری
تا کے آری برما خواری

ترتیب مقطوع یوں ہے۔ کہ لفظ تن کو قطع کیا گیا۔ تو فاعل رہا۔ اور فاعل کی جگہ فعلن استعمال ہوا۔ اس بحر کو **صوت الناقوس** بھی کہتے ہیں۔ جابر انصاریؓ سے روایت ہے۔ کہ وہ حضرت امیر المومنین علیاً ولی اللہ کے ہمرکاب ایک مندر سے گذرے جہاں ناقوس پھونکا جاتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ ؎

حقاً حقاً حقاً صدقاً صدقاً صدقاً صدقاً

(د) **مخبون مقطوع** ۔ فاعلن فعل فاعلن فعل ۲ بار
سنبل اسیہ ا برسمن ا مزن
لشکرِ ا حبش ا برختن امزن

فک بحور خلیل ابن احمد نے بحر متقارب کے لئے ایک دائرہ بنایا ہے

اور اس کا نام منفردہ رکھا ہے۔ ابو الحسن نے متدارک بھی اسی سے نکال لیا ہے بحر متقارب کا رکن فعولن ہے۔ اور متدارک کا فاعلن۔ اگر فعو کو چھوڑ کر لن سے شروع کیا جائے اور پھر فعو پر تمام کیا جائے تو لن فعولن فعو۔ بروزن فاعلن فاعلن نکل آئیگا۔ جو بحر متدارک ہے۔ اس دائرہ کو متفقہ کہتے ہیں کیونکہ ارکان بحور ایک دوسرے کے متفق ہیں۔ یعنی سب خماسی ہیں۔ اور وتد مجموع اور سبب خفیف سے مشترک ہیں یا دائرہ کی بجائے سیدھی سطور میں فک بحور حسب ذیل ہوگا۔

متقارب فعولن فعولن فعولن فعولن

متدارک لن فعو " " " لن فعو

۹۔ بحر وافر مثمن۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن ۲ بار

مثال سے چہ شد صنما کہ سوئے کسے بچشم رضا نمی نگری

زرسم جفا نمی گذری طریق وفا نمی سپری

وافر کے معنی بسیار اور اصطلاح میں وافر اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے ہر رکن میں حروف متحرک بہت ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اشعار عرب اس بحر میں کثیر التعداد ہیں۔

وافر مسدس - مفاعلتن - مفاعلتن - مفاعلتن ۲ بار

مثال سے خوشا سحرے کہ آہِ منت کند اثرے

زراہِ وفا بسوئے منت فتد گذرے

۱۰- بحر کامل - مثمن سالم - لغوی معنی ہیں اس کے "تمامی"۔ اصطلاح میں اس لئے کامل کہتے ہیں کہ اس میں حرکات بہت ہیں اگرچہ وافر میں بھی ہمیں طور حرکات کثیر ہیں - مگر وہ زیادہ مستعمل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس بحر میں خوب نو طرح پر آتا ہے۔ جو اور بحروں میں نہیں (اصل متفاعلن ۸ بار)

مثال سے بصنوبرا قدِ دل کشا گہے اے صبا گذرے کنی

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

بہوائے جانِ حزینِ من دلِ خستہ را خبرے کنی

دیگر بیدل سے ستم است گر ہوست کشد کہ بر سیر سرو و سمن درا

تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ دردِ دل کشا بچمن درا

فک این دو بحور - بحر وافر کا وزن مفاعلتن ہے اور بحر کامل کا متفاعلن پس اگر مفا سے علتن پر ختم کیا جائے۔ تو وافر ہے - اور اگر علتن سے آغاز کریں اور مفا پر تمام کریں - تو بحر کامل حاصل ہوگا - ان کو دائرہ کی صورت میں شکل

دے کر دائرہ کا نام موتلفہ رکھا گیا ہے یعنی ارکان بہم دگر مناسبت و الفت رکھتے ہیں۔ رواں سطوریں یوں ادا کیا جائیگا۔

وافر مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

کامل - علتن مفا، " " " " " مفا

(متفا علن، متفا علن، متفا علن، متفاعلن)

نوٹ - بقیہ ایک دائرہ بحور ہے جس کو دائرہ مشتبہ کہتے ہیں۔ اور اس میں بحور ذیل داخل ہیں منسرح - مضارع - مقتضب - مجتث - سریع - قریب خفیف - جدید۔

(۱) بحر منسرح سالم مستفعلن مفعولات ۲ بار مگر یہ متروک ہے) انسراح کے لغوی معنی ہیں "آسانی و روانی" اور چونکہ اس بحر کے ارکان میں سبب وتد پر مقدم ہیں۔ آسان تر ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنی "از جامہ بیروں آمدن" ہیں۔ اور ارکان کے اجزا اس میں دور تک چلے جاتے ہیں۔ یہ بحر بھی مثمن و مسدس ہر دو مستعمل ہے۔

(۱) منسرح مثمن (۱۱ الف) مطوی موقوف - اصل اس بحر کا مستفعلن مفعولات ہے۔ الا جب مستفعلن کو "طے" کیا جائے۔ تو مفتعلن بن جاتا ہے۔

اور وقف کے لغوی معنی "باز ایستادن" ہے۔ اور اصطلاح میں ساتویں حرف متحرک کو ساکن کرنا ہے یعنی مفعولات کی تاء کو موقوف کیا جائے۔ اور ساکن کیا جائے رکن مفعلات ہونا چاہیئے۔ اس کی جگہ فاعلان استعمال کرتے ہیں۔

ارکان مطوی موقوف۔ مفتعلن فاعلان مفتعلن فاعلان ۲ بار

مثال ؎ آنکہ دلم/ صید او ست/ میر شکار/ من است

دست بجو/ ئم نگار/ کردہ نگار/ من است

(ب) **مطوی مکسوف** کسف کے لغوی معنی "پے پاشنہ بریدن" اصطلاح میں ساتویں حرف متحرک کو گرانا مراد ہے یعنی مفعولات سے مفعولا رہ گیا۔ مفعو کی واو بذریعہ "طے" گرادی جائے۔ تو باقی رہا **مفعلا** جس کی بجائے فاعلن استعمال کیا جاتا ہے۔

اصل مطوی مکسوف۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

مثال ؎ اے ز رخت/ روشنی/ خانۂ چشم/ مرا

چشم و چراغ/ ہمہ/ خواجہ ہر/ دوسرا

(ج) **مطوی مجدوع** ۔ جدع کے لغوی معنی "بینی بریدن" ہیں اور اصطلاح میں مفعولات کے پہلے دونوں سبب یعنی مفعو کے گرا دینے سے مراد ہے،

باقی لات رہا جس کے بجائے فاع استعمال کرتے ہیں۔

صل مطوی مجدوزع ۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع

مثال ؎ من نشنیدم کہ خط پُر آب نویسند
اَیتِ خوبی بر آفتاب نویسند

دیگر بافتنِ ابریسماں نہ معجزہ باشد
معجزِ داؤد ہیں اکہ آہن باف است

(د) مطوی منحور ۔ نحر کے لغوی معنی "گلو بریدن" ہیں یعنی اس بحر کے آخری رکن مفعولات میں سے اس قدر حروف گرا دیتے جاتے ہیں کہ باقی رمق بھی نہیں رہتی۔ اصطلاح میں مفعولات سے دونو سبب اُڑتا تے مفعولات کا گرا دینا ہے کہ باقی حرف لا رہ گیا ۔ لا کی بجائے فع استعمال کرتے ہیں

اصل مطوی منحور ۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن فع ۲ بار

مثال ؎ آنچہ تو دا ری بحُسن ماہ ندارد
جاہ و جلالِ تو پادشاہ ندارد

(۲) منسرح مسدس (الف) مطوی مفتعلن فاعلات مفتعلن ۲ بار

مثال ؎ شاہجہاں بادشاہ زمانہ بود
کہ ز کرمش خلق شاد مانہ بود

(ب) **مطوّی مقطوع** قطع کے اصطلاحی معنی وتد مجموع میں سے حرف ساکن کو گرانا ہے اور اس سے پیشتر حرف کو ساکن بنانا ہی یعنی مستفعلن کو قطع کریں۔ تو مستفعل رہ جاتا ہے اس کی بجائے مفعولن استعمال کرتے ہیں۔

اصل مفتعلن فاعلات مفعولن

بسکہ بمُویت اسیر اشد جانم

گر بگذاری گریختہ نتوانم

۱۲۔ **بحر مضارع** ۔ مضارعت کے لغوی معنی "مشابہت" ہے اور یہ بحر منسرح کے مشابہ ہے کیونکہ ان دونوں بحروں کے ارکان میں اوتاد مقدم ہیں اس بحر میں بھی مثمن و مسدس دونوں قسمیں استعمال کی جاتی ہیں۔

(۱) **مضارع مثمن** (الف) سالم۔ مفاعیلن فاعلاتن مفاعیلن فاعلاتن ۲ بار شعرائے عرب و عجم نے اس بحر میں کوئی شعر موزوں نہیں کیا۔ لہذا متروک سمجھا جائے

(ب) **اخرب** مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن۔

مثال سے دل بر بہار گریاں دیں چشم خونفشاں ہم

بلبل بباغ نالاں عاشق بصد فغاں ہم

اس بحر کی تقطیع کا آسان طریقہ پہلے اور دوسرے رکن کو اکٹھا پڑھنا ہے

مثلاً دل بر بہار گریاں۔ مفعول فاعلاتن۔ اخرب کی دیگر اقسام یہ ہیں۔

(۱) اخرب مسبغ۔ مفعول فاعلاتن مفعول فاعلیان

مثال ع لعل تو خوش خندت کام شکر دہاناں

(۲) اخرب مکفوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلاتن

مثال ؎ دل بے رخ تو صورت جاں را نمے شناسد
جاں بے لب تو گوہر کا نرا نمے شناسد

(۳) اخرب مکفوف مقصور۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

مثال ؎ بازم ہوائے آں لب میگوں گرفتہ است
معلوم مے شود کہ مرا خوں گرفتہ است

(۴) اخرب مکفوف محذوف۔ مفعول فاعلات مفاعیل فاع

مثال ؎ سیفی پری وشے کہ تو دیوانہ ازو
خواہی مسخر تو شود جز دعا مگو

(۲) مضارع مسدس۔ مفعول فاعلات مفاعیلن

(الف) اخرب مکفوف ع اے نازنین کہ ماہ منی امشب

(ب) مکفوف محذوف۔ مفاعیل فاعلات فعولن

مثال سے خوشا جلوۂ جمالِ تو دیدن
خوشا میوۂ وصالِ تو دیدن

۱۳۔ **بحر مقتضب** اقتضاب کے لغوی معنی "بریدن چیزے از چیز" اور اس بحر کو منسرح سے کاٹ کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ الفاظ اور ارکان ہر دو میں ایک ہیں۔ صرف ترتیب میں فرق ہے اصل منسرح مستفعلن مفعولاتُ ہے اور یہ بھی ویسا ہے۔ ارکان کے مقدم و موخر ہونے کا فرق ہے یعنی اصل اس بحر کا مفعولات مستفعلن ہے اقسام یہ ہیں۔

(الف) **بحر مقتضب مثمن مطوی** ۔ فاعلات مفتعلن ۔ فاعلات مفتعلن

مثال سے
سرو گلعذار منی افضل نو بہار منی
من اگرچہ ننگ توام عزّو افتخار منی

ہرگاہ اصل بحر سالم کا مفعولات مستفعلن ہے۔ مفعولات کو "طے" کریں تو فاعلات بن جاتا ہے اور مستفعلن کو "طے" کریں، تو مفتعلن رہ جاتا ہے

(ب) **مثمن مطوی مقطوع** ۔ فاعلات مفعولن فاعلات مفعولن

مثال ع وقت را غنیمت داں آں قدر کہ بتوانی

(ج) **مربع مطوی مقطوع** ۔ فاعلات مفعولن + فاعلات مفعولن
مثال سے اے نگارِ سیمیں بر + با سپہرِ خود بنگر

۱۴۔ بحر مجتث۔ اجتثاث کے لغوی معنی "بیخ برکندن" ہیں۔ اصل اس بحر کا مستفعلن۔ فاعلاتن چہار بار۔ یہ مثمن ہے۔ اور مسدس مستفعلن فاعلاتن فاعلاتن بحر خفیف سے لیا گیا ہے۔ کیونکہ ہر دو میں الفاظ و ارکان ایک ہیں۔ صرف فرق یہ ہے۔ کہ خفیف میں دو فاعلاتن کے درمیان مستفعلن آتا ہے۔ اقسام حسب ذیل ہیں۔

(الف) مثمن سالم۔ مستفعلن فاعلاتن مستفعلن فاعلاتن ۲ بار
(عام طور مستعمل نہیں ہے)

(ب) مثمن مخبون۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن

مثال ع از دو زلف سیہ نظر بہ روئے تو مارا

ہر گاہ اصل بحر سالم کا مستفعلن فاعلات ہے مستفعلن کو خبن کریں۔ تو مفاعلن بن جائیگا۔ اور فعلاتن کو خبن کریں تو فعلاتن ہوگا۔ اسکی قسمیں یہ ہیں

(۱) مخبون مسبغ۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلیان

مثال ے دلم کہ سوخت زعشقت چراغ جانِ من است آں
غبار کز تو رسد نورِ دیدگانِ من است آں

(۲) مخبون مقصور۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلات

مثال سے ازاں گہی کہ دل من اسبوئے یارِ من است
نہ بے دراز کہ شبہائے انتظارِ من است

(۳) مخبون محذوف مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن

مثال سے شفا چو در قدمِ تست مبتلائے ترا
بروں خرام کہ در روئے مباد پائے ترا

(۴) مخبون مقطوع۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن ع ساکن

مثال سے برفت عقل و دل و دیں و ماند جان تنہا
چوں آں غریب کہ ماند ز کاروان تنہا

(۵) مخبون مقطوع مسبغ۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان

مثال سے چہ گویم از سرمستی لبت مئے ناب است
مرنج از سخنِ ما کہ عالم آب است

عرب اس بحر کو اکثر مسدس اور مربع لاتے ہیں۔ مگر شعرائے عجم غیر از مثمن کام میں نہیں لاتے۔

۱۵۔ بحر سریع مسدس۔ سرعت کے لغوی معنی "شتاب کردن" ہیں چونکہ اس بحر میں اسباب اوتاد سے زیادہ ہیں۔ اور وتد ملفوظ ہے۔ اس لئے سریع

کہتے ہیں صرف مسدس کی صورت میں استعمال کرتے ہیں۔ اقسام یہ ہیں۔

(الف) سریع سالم۔ مستفعلن مستفعلن مفعولات (بضم تا) ۲ بار

اس بحر کو کسی شاعر عرب یا عجم نے استعمال نہیں کیا۔

(ب) مسدس مطوی موقوف۔ مفتعلن مفتعلن فاعلات

مثال سے — با تو مرا سوختن اندر عذاب

بہ کہ شدن با دگرے در بہشت

ہر گاہ بحر سالم کا اصل مستفعلن متفعلن مفعولات ہے۔ جب مستفعلن کو درطے کیا جائے تو مفتعلن رہ جاتا ہے اور مفعولات کو طے کریں تو فاعلات

یا فاعلان کی صورت اختیار کرتا ہے۔

(ج) مطوی مکفوف۔ مفتعلن۔ مفتعلن۔ فاعلن۔

یا مکسوف — قطرہ ز فیضِ تو گہرمے شود

خاک بہ بتا اشیرِ تو زرمے شود

مفتعلن مفتعلن فاعلن

مثال دیگر — شیر خدا شاہ ولایت علی

صیقلِ شرکِ خفی و جلی

(د) مقطوع مجدوع مفتعلن مفعولن فلع ۲ بار

مثال ہے اے گل رویت سنبل خیز
حلقہ زلفت آتش بیز

(ہ) مخبون مکسوف - مستفعلن - مستفعلن - فعولن ۲ بار

مثال ہے اے نازنیں در کوئے ما گذر کن
اے ماہ جبیں بر روئے ما نظر کن

(و) مکفوف منحور مفتعلن فع مفتعلن ۲ بار

مثال ع تیغ تکلف از انازیبا

نوٹ - عروض سیفی میں اس کے بعد بحر جدید و قریب کا ذکر آیا ہے
مگر چونکہ قطعہ بحور میں وہ شمار نہیں - اس لئے زاید بحور کا بیان اخیر میں کھا
گیا ہے۔

۱۶- بحر خفیف مسدس - اس بحر کو خفیف اس لئے کہتے ہیں - کہ وزن میں اور بحروں سے "سبک ترین" ہے - اس کے ہر رکن میں دو خفیف اسباب کے درمیان وتد ہے - جس سے ارکان سبک ہو گئے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ چونکہ اس بحر میں لمبے لمبے نام آسکتے ہیں - جو اور بحور میں مشکل سے

سما سکتے ہیں۔ اس لیے خفیف نام رکھا گیا۔ صرف مسدس کے طور پر استعمال ہوتا ہے اقسام حسب ذیل ہیں۔

(الف) سالم فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن ۲ بار

مثال سہ خواجہ عبدالرحمٰن ما درکتابت

سالم مسبغ۔ ہمچو عبدالحمید ابن العمید است (فاعلیان)

(ب) خفیف مخبون۔ فاعلاتن مفاعلن فعلاتن ۲ بار

مثال ع اے صبا بوسہ زن زمین ورادرا

ہر گاہ بحر سالم کا اصل فاعلاتن مستفع لن فاعلاتن ہے۔ جب مستفعلن کو خبن کریں۔ تو مفاعلن بن گیا۔ اور فاعلاتن کا خبن فعلاتن ہوا۔ مخبون کی کئی قسمیں اس بحر میں واقع ہوتی ہیں۔

(۱) مخبون مقصور۔ فاعلاتن مفاعلن فعلات ۲ بار

مثال ع ماہ رُو یا بجون من ا مشتاب

(۲) مخبون محذوف۔ فاعلاتن مفاعلن فعِلن (بکسر عین)

مثال سہ گفتمش چیست بے تو چارہ ما
رفت در قہر و گفت مرگ و بلا

(۳) مخبون مقطوع۔ فاعلاتن مفاعلن فِعلن (عین ساکن)

مثال ع باتو کے درا دِ ناتوان اگفتن

(۴) مخبون مقطوع مسبغ۔ فاعلاتن مفاعلن فعلان

مثال ؎ ہم نبی را وصی و ہم داماد
چشم پیغمبر از جمالش شاد

حدایق البلاغت میں یہ مثال تحت خفیف مسدس مخبون مشعث مقصورہ درج ہے چہار گلزار میں مقطوع مسبوغ کی مثال یہ ہے۔

پیش تو جاں نمیتوا نم کرد

فک ششں بحور بالا یعنی ضرور ہے کہ ان بحور کے ارکان کا اس جگہ اعادہ کیا جائے۔

(۱) سریع مستفعلن مستفعلن مفعولات

(۲) منسرح مستفعلن مفعولات مستفعلن

(۳) خفیف تفعلن " " مس
(فاعلا تن مستفع لن فاعلاتن)

(۴) مضارع علن مفعولات مستفعلن مستف
(مفا عیلن فاعلاتن مفاعیلن)

(۵) مقتضب مفعولات مستفعلن مستفعلن

(٦) مجتث عولات " " مف

(مستفعلن فاعلاتن ۔ فاعلاتن)

نوٹ مستفعلن میں تفع ۔ آلات کی جگہ ہے (بحر خفیف و مجتث) فاعلاتن میں فاع لات کی جگہ ہے (بحر مضارع)

تشریح مستفعلن مستفعلن مفعولات بحر سریع ہے (۲) اگر مستفعلن دویم سے شروع کریں۔ اور مستفعلن اول پر ختم کریں تو منسرح ہے۔ (۳) اگر مستفعلن دویم کے تفعلن سے شروع کریں۔ اور اسی کے مس پر ختم کریں تو خفیف ہے (۴) اگر مستفعلن دویم کے علن سے آغاز کریں۔ اور اسی کے مستف پر ختم کریں تو مضارع ہے (۵) اگر مفعولات سے شروع کریں۔ اور مستفعلن دویم پر ختم کریں۔ تو مقتضب ہے۔ (٦) اگر مفعولات کے عولات سے شروع کریں۔ اور اسی کے مف پر ختم کریں۔ تو مجتث ہے۔ دائرہ اس کا حسب ذیل ہے۔

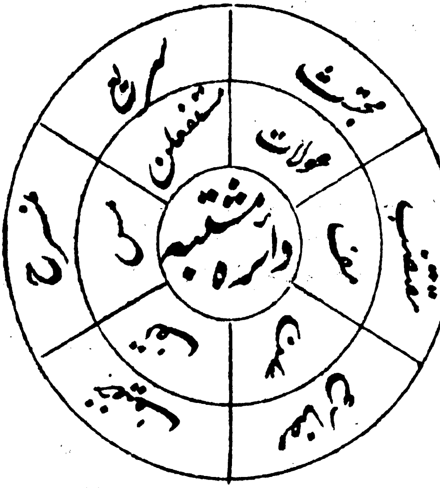

اس دائرہ کو مشتبہ اسلئے کہا گیا ہے۔ کہ بعض ارکان ان بحروں کے ۲
ایک دوسرے کے مشابہ ہیں۔ مثلاً مستفعلن جو بحر خفیف و مجتث میں ہے۔ وہ وتد
مفروق اور دو سبب خفیف سے مرکب ہے۔ اور مستفعلن جو دیگر بحور میں
ہے وہ وتد مجموع اور دو سبب خفیف سے مرکب ہے۔

اسی طرح فاع لاتن بحر مضارع میں وتد مفروق اور دو سبب خفیف
سے مرکب ہے۔ اور دیگر بحور میں وتد مجموع اور دو سبب خفیف سے مرکب ہے۔

زاید بحور حسب ذیل ہیں۔

(۱) بحر جدید مسدس۔ لغت میں اس کے معنی "نو" ہے اور فی الحقیقت

یہ بحر دوسرے بحروں سے پیدا کی گئی ہے اور اسی لئے اس کو بحر غریب بھی کہتے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ اس بحر کا موجد بوزرجمہر ہے۔

سالم بحر کا اصل:- فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن ۲ بار۔ قسم مخبون ہے،

جدید مخبون فعلاتن فعلاتن مفاعلن

مثال سے چو قدرت گرچہ صنوبرا کشد سرے
نبود چو۱ قد سرو ت اصنوبرے

(۲) بحر قریب مسدس۔ قریب کے لغوی معنی نزدیک ہیں اور دوسری بحور کی نزدیکی سے اسی احداث کیا گیا ہے۔ مولانا یوسف عروضی نیشاپوری نے اس بحر کو پیدا کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بحر منسرح اور مضارع سے اس بحر کا قرب ہے اس لئے قریب کہتے ہیں۔

اصل اس بحر کا یہ ہے۔ مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن

اقسام یہ ہیں۔

(الف) قریب مکفوف۔ مفاعیلن مفاعیلن فاعلاتن ۲ بار

مثال سے خداوندا جہاں بخش! شاہ عادل
شہنشاہ! جواں بخت! راہ کامل

مفاعیلن کو کف کرنے سے مفاعیل حاصل ہوا۔

(ب) **قریب اخرب مکفوف** ۔ مفعول مفاعیل فاعلاتن ۲ بار

مثال سے
تا طبع ا رہ بر قرار باشد
مداح ا در شہر ا یار باشد

۴۔ **بحر مشاکل مسدس** ۔ مشاکلہ کے لغوی معنی مشابہت ہے اور اس لئے کہتے ہیں کہ بحر قریب کے مشابہ و موافق ہے

اصل فاعلاتن مفاعیلن مفاعیلن ۲ بار

مشاکل مکشوف مقصور ۔ فاعلات مفاعیل مفاعیل ۲ بار

مثال سے
یار غم نا شدہ ام در شاب دیجور
زاں سبب کہ انشد روز المحسن دور

نوٹ ا۔ ان ۱۹ بحور پر اس فصل کا خاتمہ ہے۔

ثمر ہشتم ۔ دربیانِ رباعی

رباعی کو دوبیتی یا ترانہ بھی کہتے ہیں اور اسے بحر ہزج سے شعرائے عجم نے نکالا ہے ہزج کا اصل مفاعیلن ۸ بار ہے۔ اس رکن سے اوز اقسام اخذ کی گئی ہیں۔ جو ۲۴ ہیں۔ اور پھر وہ دو طرح پر۔

(۱) اخرم - یعنی جس کا رکن اول مفعولن ہو

(۲) اخرب " " " " مفعول ہو

مثال اخرم - مفعولن مفعولن مفعول فعول

ہیچو اہم' تاریزم' اے طرفہ' نگار

مفعولن مفعول مفاعیل فعول

ہر ساعت' دریا سے تو جاں بہر نثار

مفعولن مفعول مفاعیل فعل

کے بارم' لعل بہ تو' از دیدہ' گہر

مفعولن مفعول مفاعیل فعول

گر باشد' ہر لحظہ' مرا پیش' تو یار

مثال اخرب -

مفعول مفاعیل فعول فعل — مفعول مفاعلن مفاعیل فعل

بیمار' توام جاناں حالم ابتر — چوں بہر تو جاں دہم بحالم بگذر

مفعول مفاعیل مفاعیل فعول — مفعول مفاعیل مفاعیل فعل

خواہی شوی آگاہ ز حال دل ریش — بیں چہرہ من غرق بخوناب جگر

یہ ۲۴۔ اقسام دس لفظوں سے مرکب ہیں۔

(۱) مفاعیلن کہ سالم رکن بحر منسرح کا ہے۔

(۲) مفعول۔	مفاعیلن پر	اطلاق	اخرب
(۳) مفاعلن	"	"	مقبوض
(۴) مفاعیل	"	"	مکفوف
(۵) فعول	"	"	اہتم (ہتم دندان پیش شکستن)
(۶) فعل	"	"	مجبوب
(۷) فاع	"	"	ازل (ازال بے گوشت ران)
(۸) فع	"	"	ابتر (بتر دنبالہ بریدن)
(۹) مفعولن	"	"	اخرم
(۱۰) فاعلن	"	"	اشتر

بہارِ چہارم۔ شمیم قافیہ

قافیہ۔ اصل میں قافی تھا۔ بمعنی "از پے رونده" اور قاعدہ عرب ہے کہ جب کسی لفظ کو وصفیت سے اسمیت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو آخر میں ہا زیادہ کر دیتے ہیں۔ جیسے شافی و کافی سے شافیہ و کافیہ۔ اصطلاح میں قافیہ سے مراد ایسے چند حروف معین ہیں۔ جو آخر مصرعہ یا ہر بیت کے اخیر الفاظ مختلفہ میں بہ تکرار لاتے ہیں قصیدہ و غزل کے مطلع میں اور مثنوی میں ہر مصرعہ کے آخر میں واقع ہوتا ہے۔ اور بقیہ اشعار قصیدہ و غزل و قطع میں ہر بیت کے آخر میں وارد ہوتا ہے۔ مثال مطلع

از حافظ ؎ ملازمانِ سلطاں کہ رساند ایں دعا را
کہ بشکرِ بادشاہی زنظر مراں گدا را

گدا و دعا ہر دو مصرعہ میں ہم قافیہ ہیں حرف مکرر الف ہے ردیف اس لفظ کو کہتے ہیں جو بعینہ تکرار متحد اللفظ و المعنی ہیں واقع ہو۔ مثلاً شعر بالا میں لفظ را

واضح رہے کہ ردیف کے لئے قافیہ لازم ہے مگر قافیہ کے لئے ردیف

ضروری نہیں۔ مثال از قاآنی ؎

آنچہ مے بینم بہ بیداری نہ بیند کس بخواب
زانکہ در یک حال ہم در رحمتم ہم در عذاب

(اس میں صرف قافیہ ہے ردیف کوئی نہیں۔

قافیہ کے حروف و حرکات معین ہیں جنکا ذکر ذیل میں ملاحظہ ہو۔

بوئے اول۔ حروف قافیہ

روی ۔اصل قافیہ ہے اور قافیہ بدون اس کے متحقق نہیں ہوتا۔ چار حرف روی سے پہلے اور چار اسکے بعد ملحق ہوتے ہیں۔

روی سے پہلے حروف۔ ردف۔ قید۔ تاسیس و دخیل
روی کے بعد کے حروف۔ وصل۔ خروج۔ مزید و نائرہ

قطعہ۔ قافیہ در اصل یک حرف است و ہشت آنرا تبع
چار پیش و چار پس، ایں نقطہ آنہا دائرہ
حرف تاسیس و دخیل و ردف و قید آنگہ روی
بعد ازاں وصل و خروج است و مزید و نائرہ

ان حروف کی تشریح اس طرح پر ہے اول پیش از روی چار حرف

ا ۔ تاسیس ۔ حرف الف ہے کہ س کے اور روی کے درمیان ایک متحرک حایل ہو۔ مثلاً یاور رخاور یا کامل و عامل میں الف۔ اس الف کا تکرار ضروری نہیں۔ مگر مستحسن ہے۔ کیونکہ یاور رخاور کا قافیہ پسر سَر و گوہر اور کامل وعامل کا قافیہ دل۔ منزل و مشکل بھی ہو سکتا ہے۔ اگر الف تاسیس کو قایم رکھا جائے تو لزوم مالا یلزم کے تحت میں آئیگا جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

۲ ۔ دخیل ۔ وہی حرف متحرک ہے جس کا ذکر اوپر آیا۔ مثلاً واو خاور۔ وداو ریائے حائل و مائل۔ مِیم کامل وعامل۔ ہائے کاہل و جاہل۔ شعرا اس حرف کی رعایت قوافی میں جائز نہیں رکھتے۔ مثلاً عادل و کامل اور یاور و گوہر کا قافیہ باندھ لیتے ہیں۔ لیکن اگر رعایت رکھیں تو مستحسن ہے۔

۳ ۔ ردف سے مراد ہے الف ساکن ماقبل مفتوح۔ واو ساکن ماقبل مضموم۔ ویائے ساکن ماقبل مکسور۔ جو روی سے پہلے بے فاصلہ واقع ہوں۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

(الف) جس میں دوسرے حرف کا واسطہ نہ ہو مثلاً الف درنشان

دکمان - واو در سوختن و زبون - یائے درچنین و جبین۔

(ب) جس میں ایک اور حرف ساکن بھی ساتھ واقع ہو۔ حرف اول کو جو الف و واو و یائے ہے ردف اصلی کہتے ہیں۔ اور حرف ثانی کو ردف زاید۔ چنانچہ ردف زاید چھ حروف ہیں۔ ؎

ردف زاید ششش بود اے ذو فنون
خا و را و سین و شین و فا و نون

امثلہ۔ خا۔ تاخت و سوخت۔ را۔ آرد۔ کارد۔ سن۔ کاست و پوست۔ شن۔ داشت و کاشت۔ فا۔ یافت و تافت۔ نون۔ راند و ماند۔

۴۔ قید۔ حرف ساکن غیر ردف جو کہ روی سے پہلے بے فاصلہ واقع ہو اور ایسے حروف دوازدہ ۱۲ ہیں۔

دہ و دو بالاش بشنو اے فتا
با و خا و را و زا و سین و شین عین و فا و نون و واو و ہا و یا

امثلہ۔ با۔ صبر و جبر۔ خا۔ بخت و تخت، را۔ درد و ازد۔ زا۔ بزم و رزم۔ سن۔ بست و دست۔ شن۔ دشت و ہشت۔ غ۔ لغز و مغز۔ فا

جفت و خفت۔ نون۔ پند و بند۔ واو۔ خون و زبون۔ ہا۔ بہر و نہر۔
یا۔ نیک و لیک۔ (رعایت تکرار قید کی قوافی میں واجب ہے)

دوم چہار حروف بعد از روی حسب ذیل ہیں۔

(۱) **وصل** وہ حرف ہے جو روی کے بعد پیوستہ ہو۔ ایسے حروف دس ہیں

س ‌ وہ بود وصل پارسی گو را ‌ ‌ الف و دال و کاف ہا یا
حرف جمع و اضافت و مصدر ‌ ‌ حرف تصغیر و رابط است دگر

امثلہ۔ الف یارا و نگارا۔ دال کند و زند، ک۔ عیارک و
دوارک، ہا گردہ و بردہ۔ یا۔ ہستی و پستی۔ حرف جمع خوباں و محبوباں
حرف اضافت۔ سرم و برم یا سرش و برش۔ حرف مصدر۔ گفتن
و بردن۔ حرف تصغیر۔ باغچہ و راغچہ۔ حرف رابط۔ خلوت و عشرت

(۲) **خروج**۔ جو حرف وصل سے پیوستہ ہو۔ مثلاً خاموشیم
و فراموشیم۔

(۳) **مزید**۔ جو خروج سے پیوستہ ہو۔ مانند شین در مثال ایں

س ‌ آن دل کہ بدست خویش بشکستیمش
ہر چند گسست باز پیوستیمش

(۴) نائرہ۔ جو حرف مزید سے پیوستہ ہو مانند شٔ در این مثال ؎

دل کہ بدست تو سپردستمش
باز بدہ اے جاں کہ نبردستمش

فائدہ۔ متذکرہ بالا چہار حرف کی رعایت قافیہ میں ضروریات سے ہے۔ اور اسکے بغیر قافیہ صحیح نہ ہوگا۔ (از چہار گلزار)

مخفی مباد کہ روی وہ حرف ہے جو ہر قافیہ میں مکرر آتا ہے اور وہ دو قسم پہ ہے۔

(۱) روی مقید۔ روی ساکن کو کہتے ہیں۔ جیسے آرو نار کی رآ

(۲) روی مطلق۔ روی متحرک جس کے ساتھ وصل پیوستہ ہو جیسے یارا و نگارا کی رآ۔

بوئے دویم حرکات و انواع و عیوب قافیہ

۱۔ حرکات قافیہ چھ ہیں۔ ؎

حرکاتِ قافیہ را اگر دل کنی محاذ
توجیہ و حذو و مجریٰ۔ اشباع و رس نفاذ

(۱) توجیہ۔ روی ساکن کی ماقبل حرکت کو کہتے ہیں جب کہ حروف

قافیہ میں سے اور اس کے ساتھ نہ ہو۔ مثلاً ہَم و غَم۔ (قوافی میں اختلاف توجیہ جائز نہیں)

(۲) حذو۔ ردف اور قید کی ما قبل حرکت کو کہتے ہیں۔ یعنی الف کی فتح واو کی ضمہ۔ یا کی کسرہ۔

(حرف ردف کے ساتھ اختلاف حذو جائز نہیں۔ لیکن حرف قید کے ساتھ جب کہ روی متحرک ہو اختلاف ہو سکتا ہے۔ آہستہ نشستہ)

(۳) مجریٰ۔ جب روی حرف وصل کے ساتھ پیوند ہو تو اس کی حرکت کو مجریٰ کہتے ہیں۔ مثلاً کسرہ رَا در شاطری۔

(۴) اشباع۔ حرکت حرف دخیل کو کہتے ہیں۔ اور جس جگہ روی متحرک ہو۔ اختلاف اشباع جائز ہے۔ مثلاً برابری و شاطری۔

(۵) رس۔ فتح ما قبل تاسیس کو رس کہتے ہیں۔ جیسے کامل اور عامل میں فتح ک اور عین کی

(۶) نفاذ۔ حرف وصل کی حرکت کو نفاذ کہتے ہیں نیز خروج و مزید کی حرکت کے لئے بھی یہی نام ہے۔

۲۔ انواع قافیہ۔ باعتبار وزن خلیل ابن احمد نے قافیہ کو دو

ساکن پر موقوف رکھا ہے۔ اور اس قرار سے قافیہ چہارگونہ منقسم ہوگا۔

(۱) مترادف۔ جن میں ہر دو ساکن بلافصل واقع ہوں۔ مثال سنائی سے

نائب مصطفےٰ بروزِ غدیر
کردہ در شرع خود مرا اُو را امیر

(۲) متواتر۔ اور یہ اس طرح پر ہے کہ ان دو ساکنوں کے درمیان ایک متحرک حائل ہو۔ مثال سے

در وصفِ رزم پائے او محکم
وز پئے امرِ جانِ او محرم

(۳) متدارک۔ جب کہ ان دو ساکنوں کے درمیان دو متحرک ہوں۔ مثال خاقانی سے

جوشنِ صورت برون کن در صفِ مردان بیا۔
دل طلب کز دارِ ملکِ دل تواں شد پادشاہ

(۴) متراکب۔ جب کہ ان دو ساکنوں کے درمیان تین متحرک واقع ہوں۔ مثال سنائی سے

زورِ او بت شکن زروزِ ازل   دستِ او تیغ زن برا وجِ زحل

(۵) اگر چار متحرک ہمچو بالا واقع ہوں تو قافیہ کو متکاوس کہتے ہیں۔ مگر یہ قسم عربی شعروں سے مخصوص ہے۔ فارسی میں مروج نہیں۔

فائدہ۔ ارباب شعر کے ذہن رسا کے لیے قافیہ کے اوصاف و عیوب یا سرقیات شعر کی تشریح و توضیح کی ضرورت نہیں۔ ؎

درمیانِ عاشق و معشوق رمزیست
کراماً الکاتبین را ہم خبر نیست

(الحمدللہ والمنت۔ کہ بہارِ بلاغت بہ فیضِ رسالت بہ اتمام رسید)

تمت بالخیر

ولی

فہرست مضامین بہارِ بلاغت

مضمون	صفحہ
انتساب بہار	۲
دیباچہ	۳
بہارِ اوّل صبائے بیان	۶-۶۹
تشریح بیان	۶
نسیم اوّل تشبیہ۔	
فضائے اوّل ۔ ارکان تشبیہ۔	۹
(۱) مشبہ و مشبہ بہ۔	۱۲
(۲) وجہ شبہ	۱۶
(۳) غرض تشبیہ ۔ نوع اوّل۔	۲۴
" نوع دوم۔	۲۸
(۴) ادات تشبیہ	۳۰
فضائے دوئم۔ اقسام تشبیہ۔	۳۰
تقسیم باعتبار مشبہ و مشبہ بہ۔	۳۰
۱۔ " " وجہ شبہ	۳۲
۲۔ " " " غرض	۳۸
۳۔ " " " ادات	۳۸
۴۔ " " قوت و ضعف۔	۳۹
نسیم دوئم۔ استعارہ	۴۰
فضائے اوّل۔ حقیقت و مجاز۔	۴۱
تشریحات۔	۴۱
۱۔ اقسام مجاز۔	۴۴
۲۔ استعارہ	۴۵
۳۔ استعارہ و کذب و قرینہ استعارہ	۴۶
فضائے دوئم۔ اقسام استعارہ	
تقسیم باعتبار مستعار منہ و مستعار لہ	۴۷

مضمون	صفحہ
۲۔ تقسیم باعتبار وجہ جامع۔	۴۸
۳۔ تقسیم باعتبار ہر سہ۔	۵۰
۴۔ " " لفظ مستعار	۵۲
۵۔ " " تجرید و ترشیح۔	۵۴
۶۔ دیگر اقسام استعارہ۔	۵۶
۷۔ استعارہ بالکنایہ	۵۷
نسیم سوئم۔ مجاز مرسل	
تشریح و اقسام	۵۹
نسیم چہارم۔ کنایہ	۶۳
اقسام کنایہ۔	۶۴
بہارِ دوئم۔ ابرِ صنائع و بدائع	
باران اوّل۔ صنائع معنوی	۶۹-۱۰۴
طباق	۶۹
مراعاۃ النظیر۔	۷۲
مشاکلہ۔	۷۳
مزاوجت و ارصاد۔	۷۴
عکس۔	۷۵
رجوع و ایہام	۷۶
استخدام۔	۷۷
لف و نشر۔	۷۸
جمع تفریق و تقسیم۔	۷۹
تجرید۔	۸۲
مبالغہ	۸۳
مذہب کلامی و فقہی۔	۸۵
حسن التعلیل۔	۸۶

مضمون	صفحہ
تاکید مدح بذم۔	۸۸
تاکید ذم بمدح و استتباع۔	۹۰
ادماج۔	۹۱
توجیہ و الہذل۔	۹۲
تجاہل عارف۔	۹۳
اطراد و تعجب۔	۹۴
اعتراض یا حشو۔	۹۵
دیگر اقسام۔	۹۶
باران دوئم۔ صنائع لفظی۔	۱۰۲ ۱۰۷
ہشعت تجنیس بمعہ جملہ اقسام۔	۱۰۲
رد العجز علی الصدر	۱۱۲
لزوم مالایلزم۔	۱۱۶
سجع۔	۱۲۰
ذوقافیتین۔	۱۲۱
متلون۔	۱۲۲
تلمیح۔	۱۲۳
سیاق الاعداد۔	۱۲۴
تنسیق الصفات۔	۱۲۵
توشیح۔	〃
مردف۔	۱۲۶
بہار سوئم فصل عروض	۱۲۷
ثمر اوّل۔ ابتدائے شعر۔	۱۲۸
ثمر دویم۔ در باب عروض۔	۱۲۹
ثمر سویم۔ اقسام شعر۔	۱۳۰
ثمر چہارم۔ در باب وزن و تقطیع۔	۱۳۲
ثمر پنجم۔ 〃 〃 افاعیل۔	۱۳۷

مضمون	صفحہ
ثمر ششم در باب زحاف	۱۳۹
ثمر ہفتم 〃 〃 بحور۔	۱۴۰
(۱) ہزج	۱۴۱
(۲) رجز۔	۱۴۷
(۳) رمل۔	۱۵۰
(۴) طویل۔	۱۵۵
(۵) بسیط۔	۱۵۶
(۶) مدید	۱۵۶
(۷) متقارب۔	۱۵۸
(۸) متدارک۔	۱۶۰
(۹) وافر	۱۶۲
(۱۰) کامل۔	۱۶۳
(۱۱) منسرح	۱۶۴
(۱۲) مضارع۔	۱۶۷
(۱۳) مقتضب۔	۱۶۹
(۱۴) مجتث۔	۱۷۰
(۱۵) سریع۔	۱۷۱
(۱۶) خفیف۔	۱۷۳
(۱۷) جدید۔	۱۷۷
(۱۸) قریب۔	۱۷۸
(۱۹) مشاکل۔	
ثمر ہشتم رباعی۔	۱۷۹
بہار چہارم۔ سیمیم قافیہ۔	۱۸۲
	۹۰
بوئے اوّل۔ حروف قافیہ	۸۳
بوئے دویم۔ حرکات قافیہ۔	۸۴

پ